مختصر المعانی

(سوالاجوابا)

از افادات

حضرت علامہ مولانا سلیم المدنی عطاری

بندہ خدا

فیض یافتہ فیضان مدینہ فیصل آباد

پیش لفظ

الحمد للہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ۔

امابعد!

سن لے اے عزیز انسان اکیلا زندگی نہیں گزار سکتا لہذا اس کو اپنی بات سمجھانے اور دوسرے کی بات سمجھنے کے لیے کلام کی حاجت پیش آتی ہے کیوں کہ افہام و تفہیم کا یہ کام کلام ہی سے ممکن ہے۔ اب کلام جتنا عمدہ اور اچھا ہوگا بات اتنی ہی جلدی اور اچھے طریقے سے سمجھ آئے گی۔ کلام کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے اہل فن نے علم بلاغت متعارف کروایا لہذا ہماری اس گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان علمِ بلاغت کا محتاج ہے اور اس فن کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بلاغت پیچیدہ اور مشکل کلام کو نہیں کہتے بلکہ بلاغت سہل اور آسان کلام کو کہتے ہیں جیسے کسی شاعر نے کہا

سمجھ میں صاف آجائے فصاحت اس کو کہتے ہیں

اثر ہو سننے والے پر بلاغت اس کو کہتے ہیں

فصاحت و بلاغت پر ہر زبان میں کتب لکھی گئیں مگر عربی زبان کو اس حوالے سے خاص مقام حاصل ہے بلکہ اس فن کی ایجاد کا سہرا بھی علمائے عربیت کے سر پر ہے۔ اس فن کے چوٹی کے اور اوّلین علماء میں جاحظ اور شیخ عبدالقاہر جرجانی شامل ہیں ان کے علاوہ ابویعقوب یوسف سکاکی، محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی، فخرالدین رازی، عبد اللہ بن عمر بیضاوی اور مسعود بن عمر تفتازانی اس فن کے پائے کے علماء میں شامل ہیں ۔ مسعود بن عمر تفتازانی نے مختصر المعانی اور المطوّل کے نام سے علمِ بلاغت میں دو مشہور و معروف شروحات لکھیں۔ محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی کی تلخیص المفتاح کی شرح مطوّل ہے پھر علامہ تفتازانی نے اس شرح کا خلاصہ مختصر المعانی کی صورت میں کیا اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے علامہ نے کتاب کے شروع میں فرمایا" میں نے فضلاء اور اذکیاء کے جم غفیر کو دیکھا جو مجھ سے مطالبہ کرتے تھے کہ میں مطوّل کا اختصار کروں تو میں نے ان کے مطالبے کے مطابق اس کا خلاصہ لکھ دیا"۔

ہمارے زمانے میں بلاغت کا فقدان پایا جاتا ہے کیونکہ ہم نے نہ کبھی اجراء کیا اور نہ اس کے درپے ہوئے،

الفاظ کہنے کو ہیں ہزاروں مگر دردِ دل اختیار کئے ہے خامشی

بندہ خدا فیضان مدینہ فیصل آباد

مختصرالمعانی

سوال نمبر1: مختصر المعانی کے مصنف کا تعارف تحریر کریں؟

جواب:

نام: مسعود بن عمر، **لقب**: سعد الدین، **نسبت**: تفتازانی ہے۔

پیدائش:712ہجری ماہ صفر میں خراسان کے علاقے تفتازان میں پیدا ہوئے اسی وجہ سے تفتازانی کہلائے۔ایک ضعیف قول 722ہجری کا بھی ہے، لیکن درست قول پہلا ہی ہے۔

اساتذہ کرام:

(1)علامہ عضد الدین ایجی۔

(2)ضیاء الدین عبد اللہ بن سعد اللہ قزوینی۔

(3)قطب الدین محمد بن محمد رازی جو القطب التحتانی کے نام سے مشہور ہیں۔

(4)نسیم الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید نیشاپوری۔

(5)احمد بن عبد الوہاب قوصی

تلامذہ:

(1)حسّام الدین بن علی بن محمد ابیوردی۔

(2)برھان الدین حیدر بن محمد شیرازی۔

(3)علاؤالدین ابوالحسن علی بن مصلح الدین حنفی۔

(4)علاؤالدین محمد بن محمد بخاری حنفی۔

(5)حیدر بن احمد حنفی رفاعی

تصانیف:ان کی پندرہ تصانیف پیش نظر ہیں۔ان میں سے چند یہ ہیں۔

(1)شرح التلخیص مسمّی المطوّل۔

(2)شرح التلخیص مسمّی مختصر المعانی۔

(3)التلویح فی شرح التوضیح۔

(4)شرح العقائد النسفیہ،

(5)المقاصد۔

(6)شرح شمسیہ فی المنطق۔

(7)تھذیب المنطق والکلام۔

(8)حاشیہ کشّاف۔

(9)الارشاد فی النحو۔

(10)شرح العضد۔

مسلک: علامہ تفتازانی کے مسلک میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا یہ حنفی ہیں اور بعض نے کہا یہ شافعی ہیں، دونوں قول قوی ہیں۔

وفات: تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ایک قول 792ہجری کا ہے اسے صاحب نبراس اور ابن حجر نے اختیار کیا ہے۔

دوسرا قول: 791ہجری کا ہے اس کو علامہ سیوطی اور شیخ علاؤالدین نے اختیار کیا ہے۔

مقدمۃالکتاب

سوال نمبر 2: حمد اور شکر کی تعریف کریں اور ان کے مابین نسبت بیان کریں؟

جواب: حمد کی تعریف: تعظیم کے قصد سے زبان سے تعریف کرنا حمد کہلاتا ہے برابر ہے کہ اس کا تعلق نعمت کے ساتھ ہو یا غیر نعمت کے ساتھ۔

شکر کی تعریف: وہ فعل ہے جو منعِم کی منعِم ہونے کی خبر دیتا ہے برابر ہے کہ وہ فعل دل سے ہو، زبان سے ہو یا اعضاء سے۔

حمد اور شکر کے مابین نسبت: حمد متعلق کے اعتبار سے اعم ہے (کیونکہ اس کا تعلق نعمت اور غیر نعمت سے ہے) اور مورد کے اعتبار سے اخص ہے (کیونکہ اس کا مورد فقط زبان ہے) جبکہ شکر مورد کے اعتبار سے اعم ہے اور متعلَق کے اعتبار سے اخص ہے۔

سوال نمبر 3: الحمد للہ میں حمد کو کیوں مقدم کیا حالانکہ ذکر اللہ زیادہ اہم ہوتا ہے نیز اسمِ جلالت اللہ کی تعریف بیان کریں؟

جواب: اگرچہ ذاتی طور پر ذکر اللہ اہم ہے مگر یہ مقام، مقامِ حمد ہے تو اس وجہ سے حمد اہم ہوا اس لیئے حمد کو مقدم کر دیا اور دوام اور ثبوت کی دلالت کے لیے جملہ فعلیہ سے اسمیہ کی طرف عدول کر لیا۔

اسم جلالت کی تعریف: یہ اس ذات واجب الوجود کا علم ہے جو جمیع محامد کی مستحق ہے۔

سوال نمبر 4: علی ماانعم میں "ما" کونسا ہے نیز فصل خطاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: "ما" اس میں مصدریہ ہے اور منعَم بہ کا ذکر مصنف نے اس وجہ سے نہیں کیا کہ ان کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور اگر ذکر کرتے تو حمد کا اختصاص ایک وصف کے ساتھ ہو جاتا۔

فصل خطاب سے مراد: وہ خطاب ہے جو حق و باطل کے مابین فرق کرنے والا ہے یا پھر اس سے مراد وہ واضح خطاب ہے جس کو مخاطب سمجھ لیتا ہے اور اس پر التباس نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 5: "ویکشف عن وجوہ الاعجاز فی نظم القرآن استارھا" اس عبارت میں موجو د استعارات کی وضاحت کریں؟

جواب: وجوہ اعجاز کو پردوں میں چھپی چیزوں سے تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ اور ان کے لیئے استار کو ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور وجوہ اعجاز کا ذکر کرنا ایہام ہے یا پھر مصنف نے اعجاز کو صور حسنہ سے تشبیہ دی ہے تو وہ استعارہ بالکنایہ ہے اور ان کے لیئے وجوہ کو ثابت کیا تو یہ استعارہ تخییلیہ ہے اور استار کا ذکر استعارہ ترشیحیہ ہے۔

سوال نمبر 6: تلخیص المفتاح کے کتنے اجزاء پر مشتمل ہے وجہ حصر کی صورت میں بیان کریں نیز مقدمۃ العلم اور مقدمۃ الکتاب کی تعریف کریں؟

جواب: تلخیص المفتاح ایک مقدمہ اور تین فنون پر مشتمل ہے۔

وجہ حصر: کیونکہ اس میں مذکور یا تو اس فن کے مقاصد سے ہو گا یا نہیں بصورت ثانی مقدمہ بصورت اول اگر اس سے غرض معنی مرادی کو ادا کرنے میں غلطی سے بچنا ہو گا یا نہیں تو وہ فن اول و گرنہ اگر اس سے غرض تعقید معنوی سے بچنا ہو گا وہ فن ثانی ورنہ فن ثالث ہے۔

مقدمۃ العلم: **مقدمۃ العلم وہ ہوتا ہے** جس پر شروع فی المسائل موقوف ہوتے ہیں۔

مقدمۃ الکتاب: کلام کا وہ حصہ جسے مقصود سے سے پہلے مقدم کیا گیا ہو کیونکہ اس کا مقصود سے تعلق ہوتا ہے اور وہ اس میں نفع دیتا ہے۔

سوال نمبر 7: فصاحت وبلاغت کی تعریف تحریر کریں؟

جواب: **فصاحت:** وہ ہے جو کلمہ، کلام اور متکلم کی صفت بنتی ہے۔

بلاغت: جو کلام اور متکلم کی صفت بنتی ہے۔

سوال نمبر 8: فصاحت فی المفرد کی تعریف کریں نیز تنافر حروف کی مثال سے وضاحت کریں؟

جواب: مفرد (کلمہ) کا تنافر حروف، غرابت اور مخالفت قیاس سے خالی ہونا۔

تنافر حروف: کلمہ میں ایک ایسے وصف کا ہونا جو زبان پر ثقل کو اور کلمہ کو ادا کرنے کی تنگی کو واجب کرے۔ جیسے امراء القیس کے قول میں **مستشزرات**

سوال نمبر 9: تنافر کا سبب کیا ہے اختلاف بیان کرتے ہوئے صحیح قول کی طرف اشارہ کریں؟

جواب: تنافر کے سبب میں اختلاف ہے بعض کا گمان یہ ہے کہ قربِ مخارج یہ ثقل کا سبب ہے اور بعض لوگوں نے یہ کہا مستشزرات میں شین کا تاء اور زاء کے درمیان آنا سبب ثقل ہے لیکن یہ دونوں قول درست نہیں ہیں بلکہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ ذوق کے حوالے ہے ذوقِ صحیح کا حامل شخص جس کو ثقیل شمار کرے تو وہ متنافر ہے، برابر ہے کہ وہ قرب مخارج کی وجہ سے ہو یا بعد مخارج سے اس کی صراحت ابن اثیر نے کی ہے۔

سوال نمبر 10: غرابت کی تعریف اور مثال سے وضاحت کریں؟

جواب: **غرابت کی تعریف**: کلمہ کا وحشی ہونا یعنی معنی کا ظاہر نہ ہونا اور استعمال میں مانوس نہ ہونا جیسے حجاج کا قول مسرج کہ یہ غریب لفظ ہے جس کا معنی تاویل بعید کے بغیر ظاہر نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 11: مخالفت قیاس کی تعریف اور مثال سے وضاحت کریں؟

جواب: **مخالفت قیاس**: کلمہ کا صرفی قانون کے خلاف ہونا۔

مثال؛ الحمد للہ العلی الاجلل جبکہ قیاس تھا اجلّ ادغام کے ساتھ۔

سوال نمبر 12: کراہت فی السمع کی تعریف کرتے ہوئے بتائیں کہ فصاحت فی المفرد کے لیئے اس کا نہ ہونا شرط ہے یا نہیں؟

جواب: لفظ کا ایسا ہونا جس کے سننے سے کان براءت چاہیں۔

مثال: جیسے متنبی کا شعر کریم الجرشی شریف النسب، میں لفظ جَرِشّٰی

بعض لوگوں کا مؤقف ہے کہ مفرد کی فصاحت کے لیئے کراہت فی السمع سے خالی ہونا بھی ضروری ہے لیکن شارح کہتے ہیں کہ یہ قول درست نہیں کیونکہ کراہت فی السمع یہ غرابت کی وجہ سے ہوتی ہے لہذا یہ اُس (غرابت) میں شامل ہو جائے گی۔

سوال نمبر 13: فصاحت فی الکلام کی تعریف نیز ضعف تالیف کی امثلہ سے وضاحت کریں؟

جواب: فصاحت فی الکلام: کلام کا تنافر کلمات، ضعف تالیف اور تعقید معنوی سے خالی ہونا اس حال میں کہ اس کے کلمات فصیح ہوں۔

ضعف تالیف: کلمہ کا نحوی قانون کے خلاف جاری ہونا جیسے اضمار قبل الذکر جیسے ضرب غلامہ زیدا۔

سوال نمبر 14: تنافر کلمات کی تعریف کریں نیز اس کی امثلہ ذکر کریں؟

جواب: تنافر کلمات: کلمات کا زبان پر ثقیل ہونا اگرچہ اس کے مفردات فصیح ہوں۔

مثال: (۱) جیسے " ولیس قرب قبر حرب قبر" (۲) "کریم متی امدحہ امدحہ والوری معی"

مصنف نے یہاں دو مثالیں ذکر کیں پہلی میں ثقل انتہاء درجے کا ہے جبکہ دوسری میں اس سے کم ہے۔ منقول ہے کہ الصاحب اسمعیل بن عباد نے یہ قصیدہ استاذ ابن العمید کی موجودگی میں پڑھا۔ جب اس شعر پر پہنچے تو استاذ نے کہا کیا تم اس میں کچھ خرابی دیکھتے ہو؟

تو صاحب نے کہا ہاں! مدح کا مقابلہ ملامت سے کیا گیا حالانکہ اس کا مقابل مذمت ہے۔ تو استاذ نے کہا کہ میری مراد یہ نہیں۔ صاحب نے کہا کہ میں اس کے علاوہ نہیں جانتا تو استاذ نے کہا کہ امدحہ کی تکرار، حاء اور ہاء کی اجتماع کے ساتھ حد اعتدال سے نکل گئی تو پورا تنافر ہو گیا تو صاحب نے ان کی تعریف کی۔

سوال نمبر 15: تعقید کی تعریف اور امثلہ سے وضاحت کریں؟

جواب: **تعقید**: کلام کا معنی مرادی پر ظاہر الدلالۃ نہ ہونا (کلام کا معنی ظاہر نہ ہونا) پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) تعقید معنوی (۲) تعقید لفظی

تعقید لفظی: معنی مرادی پر کلام کی دلالت ظاہر نہ ہونے کا سبب نظم میں خلل ہو اس طرح کہ تقیم وتاخیر وحذف وغیرہ کے سبب مراد سمجھنا مشکل ہو جائے۔ جیسے فرزدق کا قول" وما مثله فی الناس الا مملکا ابوامه حی یقاربه"

تعقید معنوی: معنی مرادی پر کلام کی دلالت کے ظاہر نہ ہونے کا سبب یہ ہو کہ ذہن معنی لغوی سے معنی مقصودی کی طرف منتقل نہ ہو کیونکہ اس کلام میں

بعید لوازم مراد لیئے گئے ہوں اور قرائن بھی مخفی ہوں تو اسے تعقید معنوی کہتے ہیں۔
جیسے عباس بن الاحنف کا قول:

ساطلب بعد الدار عنکم لتقربوا وتسکب عینای الدموع لتجمد

سوال نمبر 16: کثرت تکرار اور تتابع اضافات کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ کیا فصاحت کلام کے لیئے ان سے خالی ہونا ضروری ہے؟

جواب: کثرت تکرار ایک شئے کا دو یا تین بار آنا ہے جیسے سبوح لھامنھا علیھا شواھد۔

تتابع اضافات: پے در پے اضافتوں کا آنا جیسے حمامۃ جرعی حومۃ الجندل اسجعی۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کلام اس وقت فصیح ہو گا جب مذکورہ چیزوں کے ساتھ کثرت تکرار اور تتابع اضافات سے بھی خالی ہو جبکہ شارح علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ درست نہیں کیونکہ اگران کے سبب لفظ زبان پر ثقیل ہوتا ہے تو یہ تنافر میں داخل ہو جائیں گے اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ مخل بالفساد نہیں ہو سکتے ہیں حالانکہ یہ دونوں خود قرآن پاک میں واقع ہیں؛ جیسے "مِثْلَ دَأْبِ قَوْمِ نُوْحٍ" "وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا۔

سوال نمبر 17: فصاحت فی المتکلم کی تعریف کریں نیز تعریف کے فوائد و قیود بیان کریں؟

جواب: فصاحت فی المتکلم: ایسا ملکہ ہے جس سے متکلم اپنے مقصود کو فصاحت کے ساتھ تعبیر کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

فوائد وقیود: مصنف نے ملکہ کہا اس سے مراد کوئی ایسی کیفیت ہے جو نفس میں راسخ ہوتی ہے۔ اس سے وہ شخص نکل جائے جو مقصود کو فصیح کلام سے تعبیر کرلے اور یہ صفت اس میں راسخ نہ ہو تو اس کو اصطلاح میں فصیح نہیں کہا جائے گا۔ اور مصنف نے یقتدر کہا تاکہ وہ شخص بھی اس میں داخل ہو جائے جس کے پاس یہ ملکہ ہو اگرچہ وہ بالفعل تعبیر نہ کرے۔ اور لفظ فصیح کہا تاکہ مفرد اور مرکب کو عام ہو جائے۔

سوال نمبر 18: بلاغت فی الکلام کی تعریف کرتے ہوئے مقتضی الحال اور اعتبار مناسب کی وضاحت کریں؟

جواب: بلاغت کلام: کلام فصیح کا مقتضی الحال کے مطابق ہونا اور مقتضی الحال مثال کے طور پر مخاطب کا منکر ہونا یہ حال ہے اور حکم تاکید کا تقاضہ کرتا ہے اور تاکید لانا یہ مقتضی حال ہے اور پھر قائل کا منکر کے لیئے کہنا ان زیدا فی الدار یہ ایسا کلام ہے جو مقتضی الحال کے مطابق ہے۔ مقتضی حال اور اعتبار مناسب دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

سوال نمبر 19: بلاغت کلام کی کتنی اور کون کونسی طرفیں ہیں وضاحت کریں؟

جواب: بلاغت کلام کی دو طرفیں ہیں:

اعلی اور اسفل ان کے مابین کثیر مراتب ہیں۔

طرف اعلی (اور جو اس کے قریب ہیں): کلام کا بلاغت میں اتنا ترقی کرنا کہ وہ انسانی طاقت سے نکل جائے اور اپنے معارضے سے انسانوں کو عاجز کر دے اور یہ طرف اعلی اور جو اس کے قریب ہیں یہ دونوں حد اعجاز ہیں۔

طرف اسفل: بلاغت کلام کی وہ طرف ہے اگر کلام اس سے کم مرتبے کی طرف آجائے تو بلغاء کے نزدیک اصوات حیوانات کے ساتھ منسلک کر دیا جائے گا اگرچہ اس کے اعراب صحیح ہوں۔

سوال نمبر 20: بلاغت فی المتکلم کی تعریف نیز بلیغ اور فصیح میں کونسی نسبت ہے وضاحت کریں؟

جواب: بلاغت متکلم: وہ ملکہ ہے جس کے سبب متکلم کلام بلیغ پر قادر ہو جاتا ہے۔

فصیح وبلیغ میں نسبت: ان دونوں میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے کہ ہر بلیغ فصیح ہے لیکن ہر فصیح بلیغ نہیں کیونکہ ممکن ہے کلام فصیح ہو لیکن مقتضی الحال کے مطابق نہ ہو۔

سوال نمبر 21: بلاغت کلام کے مرجع کتنے اور کون کونسے ہیں اور بلاغت کے لیئے کتنے علوم کی حاجت ہے؟

جواب: بلاغت کلام کے دو مرجع ہیں:

(۱) معنی مرادی کو ادا کرنے میں غلطی سے بچنا۔

(۲) اور کلام فصیح کو غیر فصیح سے ممتاز کرنا۔

مرجع: کسی چیز کا مرجع وہ ہے جس کا حصول ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ شئے حاصل ہو جائے۔ جیسے سخاوت کا مرجع غناء ہے تو جب غنا کا حصول ہو گا تو سخاوت بھی حاصل ہو گی تو اسی طرح بلاغت کلام تب حاصل ہو گی جب دونوں (مرجع) مذکورہ چیزیں حاصل ہوں گی۔

بلاغت کے لیئے ضروری علوم: اس (علم بلاغت) کا بعض حصہ علم لغت میں بیان ہوتا ہے جسے غرابت اور بعض علم صرف میں جیسے مخالفت قیاس اور بعض علم نحو میں جیسے ضعف تالیف اور تعقید لفظی اور بعض کو حس سے جانا جاتا ہے جیسے تنافر اور تعقید معنوی اور پہلا مرجع باقی رہا تو تعقید معنوی کے لیئے علم بیان کو وضع کیا اور پہلا مرجع (معنی مرادی کو ادا کرنے میں غلطی سے بچنا) تو اس کے لیئے علم المعانی کو وضع کیا گیا تو اس ساری بحث سے پتا چلا کہ بلاغت کلام کے لیئے لغت، صرف، نحو، ذوق صحیح، علم المعانی اور علم بیان کی ضرورت ہوتی ہے اور کلام کے حسن کو بڑھانے کے لیئے علم البدیع کی حاجت ہوتی ہے۔

فن اول علم معانی کے بیان میں

سوال نمبر 22: علم المعانی کی تعریف نیز علم بیان پر مقدم کرنے کی وجہ تحریر کریں؟

جواب: علم معانی کی تعریف: وھوعلم یعرف به احوال اللفظ العربی اللتی بھا یطابق مقتضی الحال یعنی ایسا علم جس کے ذریعے لفظ عربی کے ان احوال کو پہچانا جاتا ہے جس کے ذریعے وہ مقتضی الحال کے مطابق ہو جائے۔

مقدم کرنے کی وجہ: علم معانی علم بیان سے بمنزلہ مفرد من المرکب کے ہے یعنی جس طرح مفرد مرکب سے پہلے ہوتا ہے اور مرکب بعد میں ہوتا ہے۔اسی وجہ سے علم معانی علم بیان پر مقدم ہوا۔

سوال نمبر 23: علم معانی کی تعریف میں علم سے کیا مراد ہے نیز "اللتی بھا یطابق مقتضی الحال" سے کون کونسی چیزیں خارج ہوتی ہیں؟ مع وجہ بیان کریں۔

جواب: اس میں دو قول ہیں:

(1) علم معانی کی تعریف میں علم سے مراد ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعے بندہ جزئیات کے ادراک پر قادر ہو جاتا ہے۔

(2) اور یہ بھی جائز ہے اس سے مراد نفس اصول اور قواعد معلومہ مراد لیے جائیں ان کے جزئیات کی معرفت میں استعمال ہونے کی وجہ سے۔

"اللتی بھا یطابق مقتضی الحال" سے کونسی چیزیں خارج ہوتی ہیں مع وجہ۔

اس عبارت کے ذریعے ان احوال کو نکالا جو مقتضی الحال کے مطابق نہیں تھے۔ مثلاً اعلال، ادغام، رفع، نصب اور جو اس کے مشابہ ہوں اس میں سے جو اصل معنی کو ادا

کرنے میں ضروری ہوتے ہیں۔ جیسے جمع، تصغیر کیونکہ ان کے ذریعے صرف و نحو کو جانا جاتا ہے جبکہ یہاں علم معانی کی بات ہے اور اسی طرح محسنات بدیعیہ۔ جیسے تجنیس اور ترصیع اور ان کی مثل خارج ہو جائیں گے کیوں کہ یہ مطابقت کی رعایت کے بعد ہوتے ہیں۔اس حیثیت کی قید سے علم بیان نکل جائے گا۔

سوال نمبر 24: احوال سے کیا مراد ہے نیز لفظ عربی کی تخصیص کیوں کی؟

جواب: احوال سے مراد وہ امور ہیں جن کی وجہ سے تقدیم و تاخیر، حذف و اثبات اور اس کے علاوہ چیزیں عارض ہوتی ہیں ان کو احوال کہتے ہیں۔ لفظ عربی کی تخصیص محض ایک اصطلاح ہے کیونکہ بنانے والے نے اس کو وضع ہی اسی لئے کیا ہے یعنی علم معانی کو عربی کے احوال (اسرار قرآن) جاننے کے لیے بنایا۔

سوال نمبر 25: "و ینحصر فی ثمانیة ابواب" میں انحصار سے کیا مراد ہے؟ نیز آٹھ ابواب کی وجہ حصر بیان کریں؟

جواب: انحصار دو طرح کے ہیں:

(۱) انحصار کل علی الاجزاء۔

(۲) انحصار کلی فی الجزئیات۔

تو کہا کہ اگر انحصار کلی فی الجزئیات مراد لیتے ہیں تو علم معانی کا ہر باب پر منحصر ہونا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے۔

اور اگر انحصار کل علی الاجزاء مراد لیتے ہیں تو اس صورت میں علم معانی صرف ان آٹھ ابواب میں منحصر ہو جائے گا تو اسی لئے انہوں نے ینحصر "**المقصود**" کہہ کر یہ نکال دیا کہ تمام علم معانی آٹھ ابواب میں بند ہے۔

آٹھ ابواب کے نام:

(۱)احوال اسناد خبری۔

(۲)احوال مسند الیہ۔

(۳)احوال مسند۔

(۴)احوال متعلقات فعل۔

(۵)قصر۔

(۶)انشاء۔

(۷)فصل و وصل۔

(۸)ایجاز،اطناب،مساوات۔

وجہ حصر: کلام خبر ہو گا یا انشاء ہو گا کیونکہ کلام یا تو نسبت خارجیہ کے مطابق ہو گا یا نہیں ہو گا اگر یہ صورت بنی تو خبر ورنہ انشاء۔ اور خبر کے لیے مسند الیہ و مسند و اسناد کا ہونا ضروری ہے اور کبھی مسند کے متعلقات بھی ہوتے ہیں جب یہ فعل ہو یا معنی فعل ہو اور ہر اسناد و تعلق یا تو وہ قصر ہو گا یا غیر قصر ہو گا۔ اور ہر جملہ دوسرے

کے ساتھ ملا ہوتا ہے یا تو عطف کے ذریعے یا بغیر عطف کے ہو گا اور کلام بلیغ وہ اصل مراد پر زائد ہو گا فائدے کے لیے یا کم ہو گا یا برابر ہو گا۔

سوال نمبر 26: مصنف کی وجہ حصر پر شارح کے تین اعتراضات لکھیں؟

جواب: تلخیص المفتاح کے مصنف نے علم معانی کے آٹھ ابواب میں منحصر ہونے کی جو وجہ بیان کی اس پر شارح مسعود بن عمر نے تین اعتراضات کیے ہیں۔

(1) ماتن نے مسند الیہ، مسند، اسناد کو خبر کے ساتھ خاص کیا تو شارح کہتے ہیں کہ اس کلام کی خبر کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جس طرح جملہ خبریہ میں یہ چیزیں ہوتی ہیں یونہی انشاء میں ہوتی ہیں۔

(2) شارح نے کہا جو ماتن نے کہا کہ کلام بلیغ اصل مراد پر کسی فائدے کی وجہ سے زائد ہو گا۔ تو اس پر شارح کہتے ہیں کہ اس پر لفائدۃ کی قید کی کوئی حاجت نہیں تھی کیونکہ وہ کلام کو بلیغ کے ساتھ مقید کر چکے۔

(3) شارح نے یہ کہا کہ اس وجہ حصر کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ قصر، فصل و وصل، ایجاز، اطناب، مساوات۔ وغیرہ تمام مذکورہ چیزیں مسند، مسند الیہ اور جملہ ہی کے احوال سے ہیں تو اس مقام پر ضروری یہ تھا کہ ان کو علیحدہ طور پر ذکر کرنے اور مستقل باب بنانے کی وجہ کو بیان کرتے اور ایسا ماتن نے نہیں کیا۔

سوال نمبر 27: خبر و انشاء کی تعریف کرتے ہوئے ان کے درمیان فرق بیان کریں؟

جواب: خبر کی تعریف: نسبت خارجیہ کا واقع کے مطابق ہونا یا نہ ہونا (واقع کے مطابق) مثلاً قول ہے کہ زید کھڑا ہے مگر حقیقت میں وہ بیٹھا ہے تو یہ بھی خبر ہے۔

انشاء کی تعریف: نسبت خارجیہ کا (واقع کے مطابق ہونا یا نہ ہونا) اس طرح نہ ہونا انشاء ہے۔

خبر و انشاء کے درمیان فرق: خبر و انشاء کے درمیان فرق یہ ہے کہ کلام میں جو نسبت ہو وہ لفظ سے ہی حاصل ہو جائے اور وہ لفظ بغیر ارادے کے ان دو چیزوں کے درمیان واقع میں حاصل ہونے والی نسبت پر دال کا موجد ہے تو وہ انشاء ہے۔ اور خبر میں یہ ہے کہ جو نسبت ہو گی اس طرح کہ اس کا قصد کیا جائے گا کہ یہ نسبت خارجیہ واقع کے مطابق ہے یا نہیں تو وہ خبر ہے۔

سوال نمبر 28: جمہور کے نزدیک صدق خبر اور کذب خبر کیا ہے؟ نیز مثالوں سے واضح کریں۔

جواب: جمہور کے نزدیک حکم کا واقع کے مطابق ہونا صدق خبر اور حکم کا واقع کے مطابق نہ ہونا کذب خبر ہے۔ جیسے زید قائم کہا اگر زید واقعی کھڑا ہے تو سچی خبر ہو گی ورنہ جھوٹی ہو گی۔

سوال نمبر 29: نظام معتزلی کا موقف صدق و کذب میں کیا ہے مع دلیل بیان کریں؟

جواب : نظام معتزلی کہتا ہے کہ حکم کا مخبر کے اعتقاد کے مطابق ہونا صدق خبر اور اعتقاد کے مطابق نہ ہونا یہ کذب خبر ہے اگرچہ مخبر خطاء پر ہو۔ جیسے کوئی کہے آسمان نیچے ہے نظام معتزلی کے نزدیک اگر اس کا اعتقاد یہی ہے کہ آسمان نیچے ہے تو یہ صدق خبر ہے۔ اگر اعتقاد نہ ہو تو کذب خبر ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ـ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ـ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ـ منافقین نے حضور ﷺ سے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ ان کا اعتقاد نہیں تھا تو لہٰذا اعتقاد نہ ہونے کی وجہ سے ان کو جھوٹا کہا تو جس کا اعتقاد نہ ہو وہ جھوٹا لہٰذا جس کی خبر اعتقاد کے مطابق ہو تو سچی ورنہ جھوٹی۔

سوال نمبر 30: نظام معتزلی کا رد مختصر المعانی کی روشنی میں لکھیں؟

جواب: اس استدلال کا رد کرتے ہوئے صاحب مختصر تحریر کرتے ہیں کہ:

(ا) جھوٹے کا معنی یہ ہے کہ یا تو وہ اپنی شہادت میں جھوٹے ہیں تو تکذیب راجع ہو گی شہادت کی طرف خبر کاذب کو متضمن ہونے کے اعتبار سے جو کہ واقع کے مطابق نہیں ہے کیونکہ شہادت صمیم قلب اور خلوص اعتقاد کا نام ہے

صرف تاکیدیں لگانے کا نام نہیں جس طرح انہوں نے انَّ بھی لگایا اور لام بھی اور جملہ اسمیہ بھی۔

(۲) یا پھر جھوٹا ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس خبر کو شہادت کا نام دینے میں جھوٹے ہیں کیونکہ شہادت اس پر بولا جاتا ہے جو اعتقاد کے موافق ہو جبکہ وہاں ایسا معاملہ نہیں تھا۔

(۳) یا پھر جھوٹا ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ مشہود بہ میں جھوٹے ہیں مراد انَّک لرسول اللہ واقع میں نہیں بلکہ اپنے گمان میں اگرچہ نفس الامر میں سچے ہیں تو گویا کہ کہا گیا کہ جو وہ گمان کرتے ہیں تو وہ اس خبر صادق میں جھوٹے ہیں۔

سوال نمبر31: جاحظ کا موقف، دلیل اور رد تفصیلاً ذکر کریں؟

جواب: جاحظ کے نزدیک خبر کی چار قسمیں ہیں:

(۱) اعتقاد و واقع دونوں کے مطابق ہو۔

(۲) اعتقاد و واقع دونوں کے مطابق نہ ہو۔

(۳) واقع کے مطابق ہو۔

(۴) اعتقاد کے مطابق ہو۔

جاحظ نے کہا اگر واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہو گی تو خبر سچی اور اگر واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق نہ ہو تو خبر جھوٹی ہو گی۔ اور اگر واقع کے مطابق ہو فقط اور اعتقاد کے مطابق ہو فقط تو خبر نہ سچی ہو گی نہ جھوٹی ہو گی ایک تیسری چیز ہو گی۔

دلیل: جیسے اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَمۡ بِہٖ جِنَّۃٌ کفار نے کہا کہ یہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں یا مجنون ہیں کیونکہ ایک شے کے تحت جب قسمیں بیان کی جاتی ہیں وہ آپس میں قسیمیں ہوتی ہیں تو جب آیت میں پہلے کذب کا ذکر ہو چکا پھر کہا اَمۡ بِہٖ جِنَّۃٌ تو ظاہری بات ہے کہ وہ کذب کی قسیم ہو گی تو اس کو سچ نہیں مان سکتے کیونکہ وہ آپ کو سچا نہیں مانتے تھے۔ واضح ہوا کہ صدق مانتے نہیں اور کذب ذکر ہو گیا اور آگے والا اَمۡ بِہٖ جِنَّۃٌ جو ہے وہ غیر صدق اور غیر کذب ہوا لہٰذا خبر تین طرح کی ہوتی ہے:(1) سچی (2) جھوٹی (3) نہ سچی نہ جھوٹی،

اس پر رد کیا کہ اَمۡ بِہٖ جِنَّۃٌ کا معنی ہے ام لم یفتر یعنی عدم افتریٰ جس کو جنۃ سے تعبیر کیا گیا کیونکہ مجنون کے لیے افتراء نہیں ہوتا کیونکہ جھوٹ وہ عمداً ہوتا ہے اور مجنون کے لیے کوئی چیز عمداً نہیں ہوتی۔ دوسری بات یہ کہ یہ جو آیت میں مذکور ہیں وہ قسیم نہیں ہیں بلکہ یہ اخص ہے کذب سے لہٰذا جو جاحظ نے استدلال کیا وہ استدلال فاسد ہے۔

احوال اسناد خبری

سوال نمبر 32: اسناد کی تعریف کریں؟ نیز خبر کی بحث کو مقدم کرنے کی وجہ بیان کریں۔

جواب: اسناد کی تعریف: ایک کلمہ یا اس قائم مقام کو دوسرے کلمہ کے ساتھ ملانا اس حیثیت سے کہ وہ حکم کا فائدہ دیں، اس طرح کہ ایک کا مفہوم دوسرے کے لیے ثابت یا اس سے منفی ہو۔

خبر کی بحث کو اس کی شان کے بلند ہونے اور اس کی بحثیں کثیر ہونے اور خبر کے اصل ہونے اور انشاء کے فرع ہونے کی وجہ سے مقدم کیا۔

سوال نمبر 33: احوال اسناد کو مسند الیہ اور مسند کے احوال پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: کیونکہ وہ بحث اس لفظ کے احوال کے بارے میں ہے جو مسند الیہ اور مسند ہونے کے ساتھ موصوف ہیں، تو یہ وصف اسناد کے متحقق ہونے کے بعد متحقق ہوگا۔ گویا اسناد موقوف علیہ ہوئی اور مسند الیہ اور مسند موقوف ہوئے تو موقوف علیہ موقوف سے پہلے ہوتا ہے اس لئے احوال اسناد کو مقدم کیا۔

سوال نمبر 34: فائدۃ الخبر اور لازم فائدۃ الخبر کی مثالوں کے ساتھ وضاحت کریں؟ نیز وجہ تسمیہ بیان کریں۔

جواب: **فائدۃ الخبر**: مخاطب کو حکم کا فائدۃ دینا جیسے زید قائم نہ جاننے والے کے لیے کہنا تو یہ مخاطب کو نئی بات کا فائدۃ دینا ہوا اسکو فائدۃ الخبر کہتے ہیں

لازم فائدۃ الخبر: مخاطب کو اس بات کا فائدہ دینا کہ میں بھی اس کو جاننے والا ہوں۔ جیسے مخاطب کے لیے کہنا کل تو حاضر تھا اب اسکو معلوم ہے کہ کل میں حاضر تھا اب متکلم اس بات کا فائدۃ دینا چاہتا ہے کہ میں بھی اس کو جاننے والا ہوں اس لیے اس کو لازم فائدۃ الخبر کہتے ہیں

وجہ تسمیہ: اس کے ذریعے مخاطب کو ایک نئی خبر دینے کا قصد کرنا ہوتا ہے اس لیے اس کو فائدۃ الخبر کہتے ہیں اور اگر مخاطب کو اس بات کا فائدۃ دینا

مقصود ہو کہ متکلم بھی اس کو جاننے والا ہے تو اس لیے اسکو لازم فائدۃ الخبر کہتے ہیں۔

سوال نمبر 35: ابتدائی ، طلبی،انکاری کی تعریفات مع امثلہ تحریر کریں؟

جواب:**ابتدائی**:اگر مخاطب خالی الذہن ہو تو وہ بے پرواہ ہوتا حکم کو تاکید کے ساتھ لانے سے اس کو ابتدائی کہتے ہیں۔ جیسے زید قائم

طلبی: جب ذہن تردد کا شکار ہو تو مخاطب حکم پر تاکید کو طلب کرتا ہے اس کو طلبی کہتے ہیں۔ جیسے ان الیکم مرسلون

انکاری: جب ذہن مسلسل حکم کا انکار کر رہا ہو تو اس کے انکار کے مطابق تاکید لائیں گے۔ واللہ ان زید القائم

سوال نمبر 36: مقتضی ظاہر اور مقتضی حال میں کون سی نسبت ہے ؟ نیز مقتضی ظاہر کے خلاف کی تینوں صورتیں بیان کریں مع امثلہ ؟

جواب: مقتضی ظاہر اور مقتضی حال کے درمیان نسبت عام خاص مطلق کی ہے کیونکہ ہر مقتضی ظاہر مقتضی حال تو ہوتا ہے لیکن ہر مقتضی حال مقتضی ظاہر ہو یہ ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ چند صورتوں میں کلام کو خلاف مقتضی ظاہر لاتے ہیں وہ مقتضی حال تو ہوتا ہے لیکن مقتضی ظاہر نہیں ہوتا۔

خلاف مقتضی ظاہر کی صورتیں

(۱) غیر سائل کو سائل کے درجے میں اتار کر کلام کرنا۔ جیسے اللہ پاک نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ لَا تُخَاطِبۡنِیۡ فِی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا تو اب ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ کیوں منع کیا تو خود ہی ارشاد فرمادیا اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ۔

(۲) غیر منکر کو منکر کے درجے میں اتار کر کلام کرنا۔

جیسے:

جاء شقیق عارضا رماحه ان بنی عمك فیهم رماح

ترجمہ: شقیق اپنا نیزا چوڑا کیے جا رہا تھا تو کہا بیشک تیرے چچا کے بیٹوں کے پاس نیزے ہیں

اب اس نے اپنے چچا کے بیٹوں کے پاس نیزوں کا انکار نہیں کیا لیکن اس سے انکار کی نشانی ظاہر ہوئی وہ یہ کہ وہ (شقیق) اپنا نیزا چوڑائی میں رکھے ہوئے تھا۔ جو کہ لڑائی نہ کرنے کی نشانی ہوتی ہے گویا کہ اس نے سمجھا کہ یہ انکار کرنے والا ہے اس لئے اس کو تاکید کے ساتھ مخاطب کیا۔

(۳) منکر کو غیر منکر کے درجے میں اتارنا جب وہ غور کرے تو اس کا نکار ختم ہو جائے یعنی رجوع کرلے۔ جیسے اسلام حق ہے تو قرآن میں فرمایا کہ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ حالانکہ کافر اس کے منکر ہیں ان کے لیے تاکید کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ یہاں خلاف مقتضی ظاہر کلام ہے کہ اگر منکر تھوڑا غور کرلے تو وہ انکار سے رجوع کرلے گا۔

سوال نمبر 37: وھکذا اعتبارات النفی کی وضاحت بمع امثلہ بیان کریں؟

جواب: اس عبارت سے یہ بیان کیا کہ جس طرح ابتدائی اور طلبی اور انکاری کا اعتبار اثبات میں ہوتا ہے اسی طرح نفی میں بھی۔ جیسے ابتدائی کی مثال نفی میں (ما زید قائم) طلبی کی مثال (انك لیس بقائم) انکاری کی مثال (واللہ ان لزید) و علی ھذا القیاس

سوال نمبر 38: حقیقت عقلیہ کی تعریف نیز مثال سے وضاحت کریں؟

جواب: مجاز عقلی کی تعریف: فعل یا معنی فعل کی اسناد اس کے ملابسات کی طرف کرنا تاویل کے ساتھ۔

اس کے مزید تین نام ہیں: (1) مجاز حکمی (2) مجاز فی الاثبات (3) اسناد مجازی

سوال نمبر 39: فعل کے ملابسات کون کون سے ہیں نیز کن کی طرف اسناد مجازی ہے اور کن کی طرف اسناد حقیقت ہے ہر کی مثال مع وضاحت؟

جواب: فعل کے ملابسات فاعل، مفعول بہ، اور مصدر اور زمان و مکان و سبب ہیں۔

اسناد حقیقی: فاعل کی طرف اسناد کرنا جب مبنی للفاعل ہو اور مفعول کی طرف اسناد کرنا جب مبنی للمفعول ہو تو یہاں اسناد حقیقی ہو گی۔ جیسے (ضرب زید عمرو) میں ضاربیت زید کے لیے اور مضروبیت عمرو کے لیے یہ مبنی للفاعل کی مثال ہے۔ اور مبنی للمفعول کی مثال یہ ہے کہ ضُرِبَ زَیْدٌ انکی طرف اسناد حقیقی ہے۔ اور مبنی للفاعل اور مبنی للمفعول ہونے کی صورت میں کسی اور ملابس کی طرف اسناد کرنا مجازاً ہے۔ جیسے (عیشة راضیة) میں مبنی اللفاعل ہے لیکن اسناد مفعول کی طرف کر دی

اور (سَیْلٌ مُفْعَمٌ) میں مبنی للمفعول ہے اور اسناد فاعل کی طرف ہونی چاہیے تھی کیونکہ سیلاب بھرنے والا ہوتا ہے نہ کہ سیلاب بھرا ہوا ہوتا ہے۔اسی طرح مصدر میں مبنی للفاعل کی اسناد مصدر کی طرف کرنا۔ جیسے شعرِ شاعر اور جَدَّ جَدُّہٗ اسی طرح زمان۔ مبنی للفاعل کی اسناد زمانہ کی طرف کرنا۔ جیسے نہارہ صائم اور اسی طرح مکان مبنی للفاعل کی اسناد کرنا مکان کی طرف۔ جیسے نہر جار۔ مبنی للفاعل کی اسناد سبب کی طرف کرنا۔ جیسے بنی الامیر المدینہ۔ انکی طرف اسناد مجاز ہے۔

احوال مسند الیہ

سوال نمبر 41: احوال مسند الیہ کو احوال مسند پر کیوں مقدم کیا نیز حذف مسند الیہ کو بقیہ احوال پر کیوں مقدم کیا؟

جواب: احوال مسند الیہ کو احوال مسند پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ مسند الیہ رکن اعظم ہے تو اس کی عظمت کی وجہ سے اس کو مقدم کیا اور حذف مسند الیہ کو بقیہ احوال پر اس وجہ سے مقدم کیا کہ حذف کہتے ہیں عدم اتیان کو (یعنی نہ لانا) اور ذکر کہتے ہیں اتیان کو (یعنی لانا) اور عدم کو وجود پر تقدم حاصل ہوتا ہے اس وجہ سے حذف مسند الیہ کو بقیہ احوال پر مقدم کیا۔

سوال نمبر 42: حذف مسند الیہ کہا ترک مسند الیہ کیوں نہ کہا؟

جواب: حذف مسند الیہ کہا اور ترک مسند الیہ نہ کہا اس وجہ سے کہ مسند الیہ ایسا رکن اعظم ہے کہ جس کو ذکر کرنے کے بعد حذف کیا گیا ہے۔ یعنی حذف اسے کہتے

ہیں کہ کسی چیز کو لایا جائے لیکن ذکر نہ کیا جائے اور ترک اسے کہتے ہیں جسے اصلاً لایا ہی نہ جائے تو گویا مسند الیہ کو لایا گیا پھر حذف کیا گیا۔

سوال نمبر43: حذف مسند الیہ کی کوئی دس وجوہات بمع امثلہ تحریر کریں؟

جواب: (1) ظاہر پر بناء کرتے ہوئے عبث سے بچتے ہوئے مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے اور اس پر قرینہ دال ہوتا اگرچہ حقیقۃً مسند الیہ کلام کا رکن ہوتا ہے۔

(2) دو دلیلوں میں سے اقویٰ دلیل کی طرف عدول کا خیال ڈالنے کے لیے مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے۔ مذکورہ دونوں وجہوں کی مثال۔ قال کیف انت قلت علیل۔

(3) سامع کی سمجھ کو آزمانے کے لیے مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے۔ قرینے کے پائے جانے کے وقت آیا کے وہ متنبہ ہے یا نہیں۔ جیسے نورہ مستفاد من نور الشمس ای نور القمر۔

(4) سامع کی سمجھ کی مقدار کو آزمانے کے لیے مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے یہ جاننے کے لیے کہ آیا کہ وہ مخفی قرائن پر متنبہ ہے یا نہیں۔ جیسے اھل الاحسان ای القدیم اھل الاحسان۔

(5) مسند الیہ کو اپنی زبان سے بچانے کے لیے تعظیم کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے

(6) اپنی زبان کو مسند الیہ سے بچانے کے لیے تحقیر کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے۔

(7) حاجت کے وقت انکار کو لانے کے لیے مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے، فاجر، فاسق۔

مذکورہ مثال میں بطور فرض اس کی مراد زید ہو تو جب اسے کہا جائے کہ تو نے ایسا کیوں کہا تو وہ انکار کردے کہ میری مراد کوئی اور تھا زید نہیں تھا تو اس لئے مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے۔

(8)مسند الیہ کی تعیین کے لیے بھی اسے حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔
(9)مسند الیہ کے لیے تعیین کا دعویٰ کرنے کے لیے اسے حذف کیا جاتا ہے جیسے وھاب الالوف ای السلطان۔

(10)مقام کی تنگی کی وجہ سے۔اکتاہٹ کی وجہ سے یا وزن سجع اور قافیہ کی وجہ سے اور جوان کے مشابہ ہو اس وجہ سے بھی مسند الیہ کو حذف کیا جاتا ہے جیسے کقول الصیاد غزال ای ھذا غزال۔

سوال نمبر44:ذکر مسند الیہ کی گیارہ وجوہات بمع امثلہ تحریر کریں؟

جواب:(1)مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے ذکر کے اصل ہونے کی وجہ سے اور وہاں کوئی ذکر سے عدول کا مقتضی بھی نہ ہو۔ جیسے زید قائم۔

(2)قرینہ پر اعتماد کے کم ہونے کی وجہ سے احتیاط کے لیے مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے

(3)سامع کی غباوت پر تنبیہ کرنے کے لیے مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔

(4)وضاحت اور تقریر کی زیادتی کے لیے مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے " أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ دوسرا اولئك وضاحت اور تقریر کی زیادتی کے لیے ہے۔

(5) اظہار تعظیم کے لیے مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے اس نام کے ان ناموں میں سے ہونے کی وجہ سے جو تعظیم پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے امیر المومنین حاضر ہے۔

(6) اہانت کے لیے مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے جیسے السارق اللئیم حاضر۔

(7) مسند الیہ کے ذکر سے برکت حاصل کرنے کے لیے اسے ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے النبیؐ علیہ السلام قائل ھذا القول۔

(8) مسند الیہ سے لذت پانے کے لیے اسے ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے الحبیب حاضر۔

(9) جہاں توجہ مطلوب ہو وہاں کلام کو پھیلانے کے لیے مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے ۔سامع کی عظمت وشرافت کی وجہ سے۔اسی وجہ سے احباء سے کلام کو طویل کیا جاتا ہے۔ جیسے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایاوَ مَا تِلۡكَ بِيَمِيۡنِكَ يٰمُوۡسٰى قَالَ هِىَ عَصَاىَ ۔۔

(10) کبھی مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے خوفزدہ کرنے کے لیے جیسے امیر المومنین یأمرك۔

(11) تعجب کے لیے اور سامع پر بات کو پختہ کرنے کے لیے بھی مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے تعجب کی مثال الصبّی قاوم الاسد۔

سوال نمبر 45: مسند الیہ کو اضمار کے ذریعے معرفہ لانے کی صورتیں مختصر المعانی کی روشنی میں تحریر کریں؟

جواب: مسند الیہ کو ضمیروں کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے کیونکہ مقام یا تو تکلم کا ہوتا ہے جیسے انا ضربت یا خطاب کا جیسے۔ انت ضربت یا غَیبت کا۔ جیسے ھو ضرب تو جو مقام ہو گا وہی ضمیر لائی جائے گی مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس کے مرجع کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً ما قبل میں مذکور ہو۔

سوال نمبر 46: مسند الیہ کو علم کے ذریعے معرفہ لانے کی وضاحت بمع امثلہ تحریر کریں نیز لاحضارہ بعینہ فی ذھن السامع ابتداءً باسم مختص بہ اس عبارت کے فوائد و قیود مختصر المعانی کی روشنی میں تحریر کریں؟

جواب: (1) مسند الیہ کو علم کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے بعینہ اسی شخص کو سامع کے ذہن میں ابتداءً حاضر کرنے کے لیے اسی نام کے ساتھ جس نام کیساتھ مسند الیہ خاص ہے۔ جیسے قل ھو اللہ احد۔

مذکورہ عبارت کے فوائد قیود

(1)۔ بعینہ۔۔۔ اس قید سے مسند الیہ کا اسم جنس کے ساتھ حاضر ہونے سے احتراز مقصود ہے۔ جیسے رجل عالم جاءنی۔ بعینہ سے مراد یہ ہے کہ وہ جمیع ماعداء سے ممتاز ہو۔

(2)۔ ابتداءً۔۔ اس قید سے اس مسند الیہ سے احتراز مقصود ہے جو دوسری مرتبہ حاضر ہوتا ہے۔ جیسے جاءنی زید وھو راکب۔ مذکورہ مثال میں ھو ضمیر مسند الیہ ہے جو دوسری مرتبہ ذہن میں آئی ہے۔

(3) باسم مختص بہ۔۔اس قید کے ذریعے ان صورتوں سے احتراز مقصود ہے جہاں مسند الیہ کو حاضر کیا جاتا ہے ضمیر متکلم سے یا مخاطب سے یا اسم اشارہ سے یا اسم موصول سے یا معرف باللام العھد سے یا اضافت سے کہ یہ چیزیں مسند الیہ کے ساتھ خاص نہیں ہوتی وضع کے اعتبار سے جبکہ علم وضع کے اعتبار سے خاص ہوتا ہے۔

(2) مسند الیہ کو علم کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے تعظیم کی وجہ سے۔ جیسے رکب علیؓ

(3) مسند الیہ کو معرفہ لایا جاتا ہے تحقیر کی وجہ سے۔ جیسے ھرب خائف۔

(4) مسند الیہ کو علم کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے کنایہ لینے کے لیے۔ جیسے ابو لھب فعل کذا۔ یہ کنایہ ہے اس کے جہنمی ہونے سے وضع اول کی طرف نظر کرتے ہوئے۔اسی طرح جیسے جاء حاتم۔ کہنا اور اس سے مراد سخی شخص لینا کنایۃً۔

(5) مسند الیہ کو علم کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے لذت پانے کے لیے۔

جیسے "باللہ یا ظبیات القاع قلن لنا لیلای منکن ام لیلی من البشر"۔

(6) مسند الیہ کو علم کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے اس سے برکت لینے کے لیے۔ جیسے اللہ الهادی۔ محمد الشفیع

(7) مسند الیہ کو علم کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے نیک فالی لینے کے لیے۔ جیسے سعید فی دارك۔

(8) مسند الیہ کو علم کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے بد شگونی لینے کے لیے۔ جیسے السفاح فی دار صدیقك۔

سوال نمبر 47: لفظ اللہ کی اصل کیا ہے اور یہ علم ہے یا اسم؛ جانبین کے دلائل اور شارح کا مختار بیان کریں؟

جواب : لفظ اللہ کی اصل الالٰہ ہے ہمزہ ثانیہ کو حذف کیا اس کے عوض حرف تعریف لایا گیا تو یہ لفظ اللہ ہو گیا۔ پھر اسے علم بنایا گیا ایسی ذات کا جو واجب الوجود اور خالق العالم ہے۔ بعض لوگوں نے گمان کیا کہ لفظ اللہ اسم ہے جو واجب الوجود ذات مستحق للعبادت کے مفہوم پر دلالت کرتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کلی فرد پر منحصر ہے تو یہ علم نہیں ہے کیونکہ علم کا مفہوم جزئی ہوتا ہے جبکہ اس کا مفہوم کلی ہے۔

شارح کا مختار مذہب: شارح نے اس قول کا رد کیا کہ ہم اس کے مفہوم کلی ہونے کو تسلیم نہیں کرتے اور تسلیم بھی کیسے کریں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ کلمہ ؛کلمہ توحید ہے اگر یہ کلی ہوتا تو یہ توحید کا فائدہ نہ دیتا کیونکہ کلی؛ کلی ہونے کے اعتبار سے کثرت کا احتمال رکھتی ہے جو کہ یہاں توحید کے خلاف ہے۔

سوال نمبر 48: مسند الیہ کو موصول کے ذریعے معرفہ لانے کی پانچ صورتیں بمع امثلہ تحریر کریں؟

جواب:

(1) مسند الیہ کو اسم موصول کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے اس وجہ سے کہ مخاطب کو صلہ کے علاوہ احوال مختصہ کا علم نہیں ہوتا۔ جیسے کقولك الذی کان معنا امس رجل عالم۔

(2) مسندالیہ کو اسم موصول کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے نام کی صراحت کو قبیح جانتے ہوئے یا تقریر کی زیادتی کے لیے۔ جیسے وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَفِيْ بَيْتِهَاعَنْ نَّفْسِه۔

(3) مسندالیہ کواسم موصول کے ذریعے معرفہ لایاجاتاہے تعظیم وخوف کی وجہ سے۔ جیسے "فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَاغَشِيَهُمْ۔

(4) مسندالیہ کو اسم موصول کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے مخاطب کو خطاءپر تنبیہ کرنے کے لیے۔ جیسے انّ اللذین ترونھم اخوانکم یشفی غلیل صدو رھم ان تصرعوا۔

(5) مسندالیہ کواسم موصول کے ذریعے معرفہ لایاجاتاہے خبر کی بنیاد کی نوعیت بیان کرنے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے۔ جیسے۔اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ اس اسم موصول میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ خبر جوکہ آنے والی ہے اس کا تعلق عقاب وتذلیل سے ہے۔اس لئے کہ عبادت سے تکبر کفران نعمت ہے جوکہ موجب دخول نارہے اسی لئے فرمایاسَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ۔

سوال نمبر49:ثم انه ربما جعل ذریعة الی التعریض۔۔۔الخ اس عبارت کی وضاحت مختصر کی روشنی میں امثلہ کے ساتھ تحریر کریں؟

جواب: پھر کبھی اس ایماء سے خبر کے عظیم الشان ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے (ان الذی سمك السماء بنیٰ لنا بیتا دعائمه اعزو اطول) الذی سمك السماء سے گھر کے عظیم الشان ہونے کی طرف اشارہ ہے۔اس لئے کہ اس کا بنانے والا عظیم الشان ہے اور کبھی اس سے اشارہ غیر خبر کے عظیم الشان ہونے کی طرف ہوتاہے۔ جیسے "اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ" اس آیت میں خسران کی

خبر دی گئی ہے جس کی وجہ حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب ہے جس سے حضرت شعیب علیہ السلام کا عظیم الشان ہونا معلوم ہوتا ہے۔

سوال نمبر 50: مسندالیہ کو اسم اشارہ کے ذریعے معرفہ لانے کی چھ صورتیں بمع امثلہ قلمبند فرمائیں؟

جواب : (1) مسند الیہ کو اسم اشارہ کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے تاکہ مسند الیہ کامل طور پر ممتاز ہو جائے۔ جیسے ھذا ابو الصقر فرداًفی محاسنه۔

(2) مسند الیہ کو اسم اشارہ کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے سامع کی کند ذہنی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے۔ جیسے اولئك آبائی فجئنی بمثلهم اذا جمعتنا یا جریر الجامع۔

(3) مسند الیہ کو اسم اشارہ کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے مسندالیہ کی حالت بیان کرنے کے لیے۔ قرب میں بعد میں یا توسط میں۔ قرب کی مثال ھذا، توسط کی مثال ۔ذاک۔ بعید کی مثال ذالک

(4) مسند الیہ کو اسم اشارہ کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے مسند الیہ کی تحقیر کے لیے قرب کے ذریعے جیسے اَھٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ۔

(5) مسند الیہ کو اسم اشارہ کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے بعد کے ذریعے۔ مسند الیہ کی تعظیم کے لیے۔ جیسے الم ذالك الکتاب۔

(6) مسند الیہ کو اسم اشارہ کے ذریعے معرفہ لایا جاتا ہے بعد کے ذریعے۔ مسند الیہ کی تحقیر کے لیے۔ جیسے کما یقال ذالك اللعين فعل كذا۔

سوال نمبر 51: مسند الیہ کو لام کے ذریعے معرفہ لانے کی صورتیں تحریر کریں؟

جواب: (1) مسند الیہ کو لام کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے معہود کی طرف اشارہ کرنے کے لیے چاہے وہ معہود ایک ہو یا دو ہوں یا جماعت ہو۔ جیسے وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ای لیس الذی طلبت كاللتی وهبت لها۔

(2) مسند الیہ کو لام کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے نفس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے۔ جیسے الرجل خير من المرءة۔

(3) مسند الیہ کو لام کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے حقیقت کے افراد میں سے کسی فرد پر دلالت کے لیے جو کہ معہود فی الذہن ہوتا ہے۔ جیسے وَ اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ

سوال نمبر 52: هذا فی المعنی كالنكرة اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: مذکورہ عبارت سے الف لام عہد ذہنی کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ؛ معنی میں نکرہ کی طرح ہوتا ہے اگرچہ لفظاً اس پر معرفہ کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس کا مبتداء واقع ہونا ذوالحال بننا وغیرہ۔

سوال نمبر 53: استغراق کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟ امثلہ کے ساتھ وضاحت کریں نیز جمع الامیر الصاغة کیا یہ مثال دینا درست ہے؟

جواب:استغراق کی دو قسمیں ہیں:(1) حقیقی(2)عرفی

(1)استغراق حقیقی : جس سے ہر ہر فرد مراد ہو اس میں سے جس کو لفظ شامل ہے بحسب اللغۃ۔ جیسے عالم الغیب والشھادۃ ای کل غیب وشھادۃ۔

(2)استغراق عرفی : جس سے ہر ہر فرد مراد ہو اس میں سے جس کو لفظ شامل ہے بحسب العرف۔ جیسے جمع الامیر الصاغۃ۔ای صاغۃ بلدہ او مملکتہ۔

کہا گیا ہے کہ مذکورہ مثال امام مازنی کے مذہب کے مطابق تو صحیح ہے لیکن جمہور کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک اگر اسم فاعل حدوثی معنی پر دلالت کرے تو اسم فاعل میں الف لام اسم موصول کا ہوتا ہے۔ لیکن امام مازنی کے نزدیک تعریف کے لیے آتا ہے چاہے حدوثی معنی پر دال ہو یا دوامی معنی پر۔

وفیہ نظر: شارح نے اس کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ الصاغۃ معنی دوام پر دلالت کرتا ہے لہٰذا دونوں مسلک کے مطابق استغراق کے لیے ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ استغراق کی تقسیم مطلق ہے چاہے وہ تعریف کے ذریعے ہو یا اسم موصول کے ذریعے کیونکہ اسم موصول بھی استغراق کے لیے آتا ہے۔ جیسے اضرب القائمین الاعمر۔

سوال نمبر 54: استغراق المفرد اشمل کی وضاحت شارح کی شرح کی روشنی میں کریں؟

جواب : مصنف فرماتے ہیں کہ استغراق فی المفرد استغراق فی المثنی والمجموع سے زیادہ بلیغ ہے اس لئے کہ استغراق فی المفرد تمام افراد کو شامل ہوتا ہے

جبکہ استغراق فی المثنی فرد واحد کو شامل نہیں ہوتا اور استغراق فی المجموع فردین کو شامل نہیں ہوتا۔ جیسے لا رجل فی الدار سب کو شامل ہے۔لا رجلین فی الدار واحد کو شامل نہیں ہے کہ اگر گھر میں ایک فرد ہو تو یہ اس پر صادق نہیں آتا۔لا رجال فی الدار گھر میں دو فرد ہوں تو یہ ان پر صادق نہیں آئے گا۔ مصنف کا یہ اصول نکرہ منفیہ میں مسلم ہے مگر معرف باللام الاستغراق الجمع میں جاری نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہر ہر فرد کو شامل ہوتا ہے اسی کو اکثر آئمہ اصول اور آئمہ نحو نے ذکر کیا ہے۔،استقراء بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور مفسرین نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

سوال نمبر 55: مسند الیہ کو اضافت کیساتھ معرفہ لانے کی دس صورتیں بمع امثلہ تحریر کریں؟

جواب: (1) مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے تاکہ سامع کے ذہن میں بات مختصر طریقے سے حاضر ہو جائے۔ تو اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے۔ جیسے هواى مع الركب اليمانين مصعد جنيب و جثمانى بمكة موثق۔

(2) مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے مضاف الیہ کی شان بتانے کے لیے۔ جیسے عبدى حضر۔

(3) مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے مضاف کی تعظیم و توقیر بتانے کے لیے۔ جیسے عبد الخليفة ركب۔

(4) کبھی غیر مضاف الیہ اور کبھی غیر مضاف کی تعظیم کے لیے مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے۔ جیسے عبد السلطان عندی۔

(5) کبھی مضاف کی تحقیر کے لیے مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے جیسے ولد الحجام حاضر۔

(6) کبھی مضاف الیہ کی تحقیر کے لیے مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے جیسے ضارب زید حاضر۔

(7) کبھی غیر مضاف الیہ اور غیر مضاف کی تحقیر کے لیے مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے جیسے ولد الحجام جلیس زید۔

(8) مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ تفصیل کے متعذر ہونے کی وجہ سے معرفہ لایا جاتا ہے۔ جیسے اتّفق اھل الحق علی کذا۔

(9) مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے کیونکہ تمام نام لینا مشکل ہوتا ہے جیسے اھل البلد فعلوا کذا۔

(10) مسند الیہ کو اضافت کے ساتھ معرفہ ناراضی سے بچانے کے لیے لایا جاتا ہے جیسے علماء البلد حاضرون۔

سوال نمبر 56: مسند الیہ کو نکرہ لانے کی 8 صورتیں تحریر کریں؟

جواب: (1) مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے افراد کے لیے یعنی وحدت شخصیہ بتانے کے لیے۔ جیسے وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى۔

(2) مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے نوعیت بیان کرنے کے لیے۔ جیسے وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔

(3) مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے تعظیم کے لیے۔ جیسے له حاجب عن كل امر يشينه۔

(4) مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے تحقیر کے لیے۔ جیسے و لیس له عن طالب العرف حاجب۔

(5) مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے تکثیر کے لیے۔ جیسے ان له لابلاً و ان له لغنماً۔

(6) مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے تقلیل کے لیے۔ جیسے -وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللهِ اَكْبَرُ۔

(7) مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے تعظیم و تکثیر دونوں کے لیے۔ جیسے وَ اِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ۔

(8) مسند الیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے تحقیر و تقلیل دونوں کے لیے۔ جیسے حصل لی منه شئی۔

سوال نمبر 57: غیر مسند الیہ کو نکرہ لانے کی وجوہات تحریر کریں؟

جواب: غیر مسند الیہ کو مقاصد مذکورہ کے لیے نکرہ لایا جاتا ہے۔

(1) وحدت شخصی، نوعی کی مثال وَ اللهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ۔

(2) کبھی نکرہ غیر مسند الیہ کی تعظیم کے لیے آتا ہے۔ جیسے "فاذنوا بحرب من الله و رسوله۔

(3) کبھی غیر مسند الیہ کی تحقیر کے لیے آتا ہے۔ جیسے۔اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا (الجاثیہ 32)

سوال نمبر 58: مسند الیہ کا وصف بیان کرنے کی پانچ صورتیں تحریر کریں؟

جواب: (1) مسند الیہ کی صفت لائی جاتی ہے اس کی وضاحت کے لیے۔ جیسے الجسم الطویل العریض العمیق یحتاج الی فراغ شغلہ۔

(2) مسند الیہ کی صفت لائی جاتی ہے تخصیص کے لیے۔ جیسے زید التاجر عندنا۔

(3) مسند الیہ کی صفت لائی جاتی ہے مدح وذم کے لیے جب مسند الیہ پہلے سے معلوم ہو ورنہ تخصیص کے لیے ہوگا مدح کی مثال جاءنی زید العالم۔ ذم کی مثال جاءنی زید الجاھل۔

(4) مسند الیہ کی صفت لائی جاتی ہے تاکید کے لیے۔ جیسے امس الدابر کان یوماً عظیماً۔

(5) مسند الیہ کی صفت لائی جاتی ہے مقصود بیان کرنے کے لیے، مقصود کی تفصیل کے لیے۔ جیسے "وما من دآبۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ" (الانعام: 38)

سوال نمبر 59: مسند الیہ کی تاکید لگانے کی چار وجوہات بیان کریں؟

جواب: (1) مسند الیہ کی تاکید لگائی جاتی ہے مسند الیہ کی تقریر کے لیے یعنی اس کے مفہوم کو ثابت کرنے کے لیے۔ جیسے جاءنی زید زید۔

(2) مسند الیہ کی تاکید لگائی جاتی ہے مخاطب کے ذہن سے مجاز کے احتمال کو ختم کرنے کے لیے۔ جیسے قطع اللص الامیر الامیر او نفسہ او عینہ۔

(3) مسند الیہ کی تاکید لگائی جاتی ہے مخاطب کے ذہن سے بھول کا ازالہ کرنے کے لیے۔ جیسے جاءنی زید زید۔

(4) مسند الیہ کی تاکید لگائی جاتی ہے مخاطب کے ذہن سے اس بات کا ازالہ کرنے کے لیے کہ مسند الیہ سب کو شامل نہیں ہے۔ جیسے جاءنی القوم کلھم اجمعون۔

سوال نمبر 60: مسند الیہ کے بعد عطف بیان لانے کی تین وجوہات بیان کریں؟

جواب:(1) کبھی مسند الیہ کے بعد عطف بیان لایا جاتا ہے مسند الیہ کی وضاحت کے لیے ایسے اسم کے ساتھ جس کے ساتھ مسند الیہ خاص ہے جیسے۔ قدم صدیقك خالد۔

(2) کبھی مسند الیہ کے بعد عطف بیان لایا جاتا ہے اس اسم کے علاوہ کا جس کے ساتھ مسند الیہ خاص ہے۔ جیسے والمؤمن العائذات الطیر یمسحھا۔

(3) کبھی مسند الیہ کے بعد عطف بیان لایا جاتا ہے عطف بیان کی وضاحت کے علاوہ کے لیے بھی آتا ہے۔ جیسے مدح کے لیے جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاماً للناس۔

سوال نمبر 61: مسند الیہ کے بعد بدل لانے کی وجوہات نیز بدل غلط و بدل اشتمال میں فرق بیان کریں؟

جواب: مسند الیہ کو بدل لایا جاتا ہے تقریر کی زیادتی کے لیے اور تقریر تکریر سے حاصل ہو گی۔ جیسے جاء اخوک زید۔ بدل کل " جاءنی القوم اکثر ھم ؛؛ بدل بعض " سلب زید ثوبہ "بدل اشتمال کی۔

بدل غلط اور بدل اشتمال میں فرق: بدل اشتمال میں مبدل منہ کو ذکر کر کے بدل کا انتظار رہتا ہے گویا کہ مبدل منہ بدل کا شوق دلا رہا ہوتا ہے۔ جیسے اعجبنی زید علمہ ۔ کہ تعجب میں ڈالنے والی شئ زید نہیں بلکہ اس کا علم ہے۔ جبکہ بدل غلط میں ایسا نہیں ہوتا۔ جیسے جاءنی زید جعفر۔ بدل اشتمال کلام فصیح ہوتا ہے جبکہ بدل غلط فصیح کلام نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 62: مسند الیہ کا کسی شئ پر عطف کرنے کی وجوہات تحریر کریں؟

جواب :(1) مسند الیہ کو عطف کے ساتھ لایا جاتا ہے مسند الیہ کی تفصیل اور اختصار کے لیے۔ جیسے جاءنی زید و عمرو۔۔ مذکورہ مثال فاعل کی تفصیل ہے بائیں طور پر کہ وہ زید اور عمرو ہیں اور فعل کا اختصار ہے۔ کہ دونوں کے لیے ایک ہی فعل جاء استعمال ہوا۔

(2) مسند الیہ کو عطف کے ساتھ لایا جاتا ہے مسند کی تفصیل کے لیے اختصار کے ساتھ۔ جیسے جاءنی زید فعمرو او ثم عمرو او جاءنی القوم حتی خالد۔ یہ تینوں مثالیں مسند کی تفصیل میں مشترک ہیں۔

(3) مسند الیہ کو عطف کے ساتھ لایا جاتا ہے سامع کو درستگی کی طرف متوجہ کرنے کی طرف حکم میں خطاء سے۔ جیسے جاءنی زید لا عمرو۔

(4) مسند الیہ کو عطف کے ساتھ لایا جاتا ہے ایک مسند الیہ سے دوسرے مسند الیہ کی طرف پھیرنے کے لیے۔ جیسے جاءنی زید بل عمرو اور ماجاءنی زید بل عمرو۔

(5) مسند الیہ کو عطف کے ساتھ لایا جاتا ہے شک یا تشکیک کے لیے۔ جیسے جاءنی زید او عمرو۔

(6) مسند الیہ کو عطف کے ساتھ لایا جاتا ہے ابہام کے لیے۔ جیسے وَاِنَّآ اَوْ اِیَّاکُمْ لَعَلٰی هُدًی اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

(7) مسند الیہ کو عطف کے ساتھ لایا جاتا ہے تخییر یا اباحت کے لیے۔ جیسے لید خل الدار زید او عمرو۔

سوال نمبر 63: فاء، ثم، حتّٰی میں فرق بیان کریں؟

جواب: فاء تعقیب پر دلالت کرتا ہے بغیر تاخیر کے۔ ثم تراخی پر دلالت کرتا ہے۔ حتّٰی اجزاء ذہنیہ کی ترتیب کے لیے آتا ہے اضعف سے اقویٰ کی طرف یا اقویٰ سے اضعف کی طرف۔

سوال نمبر 64: مسند الیہ کے بعد فصل لانے کی وجوہات تحریر کریں؟

جواب: مسند الیہ کے بعد ضمیر فصل لائی جاتی ہے تاکہ مسند کو مسند الیہ کے ساتھ خاص کیا جائے۔ جیسے ایاك نعبد میں ہے۔ اس کا معنی ہے ہم تجھے عبادت کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور تیرے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے۔

سوال نمبر 65: مسند الیہ کو مقدم کرنے کی دس صورتیں مع امثلہ تحریر کریں؟

جواب: 1)مسند الیہ کے ذکر کے اہم ہونے کی وجہ سے۔ جیسے زید قائم

2)مسند الیہ کی تقدیم اصل ہوتی ہے اور عدول کا کوئی مقتضی نہیں ہوتا اس لیئے مقدم کرتے ہیں جیسے عمر ذاھب

3)سامع کے ذہن میں خبر کو پختہ کرنے کے لیئے۔ جیسے والذی حارت البریة فیه حیوان مستحدث من جماعة۔

4)مسرت کی جلدی کے لیئے مقدم کرتے ہیں۔ جیسے سعد فی دارک۔

5)غمی کی جلدی کے لیئے۔ جیسے السفهاء فی دار صدیقك۔

6)اس بات کا وہم ڈالنے کے لیئے کہ متکلم کے دل سے وہ (مسند الیہ) جدا نہیں ہوتا۔ جیسے محمد نبینا۔

7)مسند الیہ سے لذت حاصل کرنے کے لیئے اس کو مقدم کرتے ہیں۔ جیسے الله واحد۔

8)اظہار تعظیم کے لیئے۔ جیسے ابو الفضل جآء، رجل فاضل جآء۔

9)اظہار تحقیر کے لیئے۔ جیسے ابن الیهودی جآء۔

10)مسند الیہ کو اس لیئے مقدم کرتے ہیں تاکہ غیر محکوم الیہ کا خیال نہ آئے۔ جیسے زید قائم۔

سوال نمبر 66: مسند الیہ کی تقدیم کب تخصیص کا فائدہ دے گی اور کب تاکیدِ حکم کا فائدہ دے گی وضاحت کریں؟

جواب: عبد القاہر علیہ الرحمہ نے کہا کہ کبھی مسند الیہ کو مقدم کیا جاتا ہے تاکہ یہ تقدیم خبر فعلی کے ساتھ تخصیص کا فائدہ دے اگر مسند الیہ حرف نفی کو ملا ہو۔ جیسے ما انا قلت ھذا اور اگر مسند الیہ حرف نفی کو ملا ہوا نہ ہو تو تقدیم کبھی تخصیص۔ جیسے انا سعیت فی حاجتك اور کبھی تاکیدِ حکم کے لیے ہو گی۔ جیسے ھویعطی الجزیل اور اگر فعل منفی ہو تو پھر بھی یہی حکم ہو گا کہ تقدیم کبھی تخصیص اور کبھی تقوی حکم کے لیئے ہو گی مگر یہ ساری صورتیں اس وقت ہوں گی جب فعل کی بناء معرفہ پر ہو۔ اور اگر فعل کی بناء نکرہ پر ہو تو پھر تقدیم تخصیصِ جنس اور تخصیصِ فرد کا فائدہ دے گی۔ جیسے رجل جاءنی یعنی لاامراۃ ولا رجلان۔

سوال نمبر 67: ما انا قلت ولاغیری اور ما انا رائیت احدا اور ما انا ضربت الازیدا کہنا کیوں صحیح نہیں وضاحت کریں؟

جواب: ما انا قلت ولاغیری کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ما انا قلت کا مفہوم ہے کہ متکلم کے علاوہ کوئی اور قائل ہے اور ولا غیری کا مفہوم غیر سے نفی ہے تو یوں دونوں میں تناقض ہے اور ما انا رائیت احدا کہنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ متکلم کے علاوہ کوئی اور ہو جس نے تمام انسانوں کو دیکھا ہو اور یہ محال ہے اور ما انا ضربت الازیدا کہنا اس وجہ سے جائز نہیں کہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ

متکلم کے علاوہ کوئی اور انسان ہو جس نے سوائے زید کے سب کو مارا ہو اور ایسا ناممکن ہے۔

سوال نمبر 68: امام سکاکی کا تقدیم مسند الیہ کے حوالے سے کیا موقف ہے؟

جواب: امام سکاکی نے عبد القاہر علیہ الرحمہ کی اس بات میں تو موافقت کی ہے کہ تقدیم تخصیص کا فائدہ دیتی ہے لیکن شرائط و تفصیل میں کچھ اختلاف ہے۔ امام سکاکی علیہ الرحمہ کے مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ مسند الیہ اگر مقدم نکرہ ہو تو وہ تخصیص کے لیے ہو گا اگر کوئی اور مانع نہ ہو تو اور اگر معرفہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں اسم ظاہر ہو گا یا اسم ضمیر بصورت اول وہ تقویۃ حکم ہی کے لیے ہو گا اور بصورت ثانی کبھی تقویۃ اور کبھی تخصیص کے لیے ہو گا۔

سوال نمبر 69: امام سکاکی علیہ الرحمہ کے نزدیک تخصیص کی کتنی اور کون کون سی شرائط ہیں؟

جواب: امام سکاکی کے نزدیک تخصیص کی تین شرائط ہیں۔

1) یہ ہے کہ مسند الیہ کی تقدیم اس وقت تخصیص کا فائدہ دے گی جب مسند الیہ کو اصل میں فاعل معنوی کے طور پر مؤخر کرنا جائز ہو جیسے انا قمت اس میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اصل میں قمت انا تھا اور "انا" معنوی فاعل ہے نہ کہ لفظی۔

2) یہ ہے کہ اسے فرض بھی کیا گیا ہوا گر یہ دو شرطیں نہ ہوں تو تقدیم صرف حکم کی تقویۃ کا فائدہ دے گی۔

3) یہ ہے کہ تخصیص سے کوئی مانع بھی نہ ہو۔ جیسے رجل جاءنی کہ یہاں تخصیص سے کوئی مانع نہیں ہے۔اور شر اھر ذاناب اس قول میں تخصیص سے مانع ہے کہ نہ یہاں تخصیصِ جنس مراد لے سکتے ہیں اور نہ ہی تخصیص فرد مراد لے سکتے ہیں۔

سوال نمبر 70: عبدالرحمن قزوینی علیہ الرحمہ نے سکاکی کے مذہب جو تین اعتراضات کیے ان میں سے دو بیان کریں؟

جواب: مصنف نے امام سکاکی کے مذہب پر پہلا اعتراض یہ کیا کہ امام سکاکی نے فاعل معنوی اور فاعل لفظی میں فرق کرتے ہوئے معنوی کی تقدیم کو جائز قرار دینا اور لفظی کو جائز قرار نہ دینا؛ یہ تحکُّم ہے کیونکہ فاعل لفظی ہو یا معنوی جب تک اپنے حال پر باقی رہیں تو ان کی تقدیم ممتنع ہوتی ہے۔

دوسرا اعتراض: مصنف نے یہ کیا کہ امام سکاکی کا یہ کہنا "رجل جاءنی" میں تقدیم کے بغیر تخصیص منتفی ہے تو اسے ہم تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اس کے بغیر بھی تخصیص حاصل ہو سکتی ہے اس طرح کہ "تنکیر" کو تحقیر یا تکثیر یا تقلیل وغیرہ کے لیے بنالیا جائے۔

سوال نمبر 71: لفظ مثل اور غیر کی مسند پر تقدیم کیوں ضروری ہوتی ہے؟

جواب: لفظ مثل اور غیر جب علی سبیل الکنایہ استعمال ہوں اور مسند الیہ ہو تو ان کی مسند پر تقدیم ضروری ہے۔ جیسے مثلك لایبخل اور غیرك لایجود ۔ اس کو ضروری اس لیے سمجھا جاتا ہے کہ یہ تقدیم مراد پر زیادہ مددگار ہوتی ہے کیونکہ جب

غرض ہی حکم کو بطریق کنایہ ثابت کرنا ہے جو صراحت سے بلیغ ہے اور تقدیم تقویۃ حکم کا فائدہ دینے کی وجہ سے اس غرض پر زیادہ مدد گار ہے۔

سوال نمبر 72: وہ مسند الیہ جس کا سور کل ہو اس کی تقدیم کے بارے میں بعض لوگوں کا مؤقف بیان کریں؟

جواب: بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ کبھی مسند الیہ جس کا سور کل ہو اسے اس مسند پر مقدم کیا جاتا ہے جو حرف نفی سے ملا ہو کیونکہ تقدیم عموم پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے کل انسان لم یقم تو اس قول میں افراد انسان میں سے ہر فرد کی نفی ہے بخلاف اس کے کہ ہم اس کو مؤخر کریں۔ جیسے لم یقم کل انسان تو یہ مجمل افراد سے حکم کی نفی کا فائدہ دے گا تو تقدیم عموم سلب کا فائدہ دے گی اور تاخیر سلب عموم کا۔

کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر تاکید کی تاسیس پر ترجیح لازم آئے گی اور وہ اس طرح کہ تقدیم کی صورت میں انسان لم یقم موجبہ مہملہ ہے اور موجبہ مہملہ سالبہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے تو یہاں مجمل افراد سے قیام کی نفی ہے اور لفظ کل کے دخول کے بعد بھی یہی معنی ہو تو کل پہلے معنی کی تاکید ہو گا لہذا ضروری ہے کہ ہم اسے عموم سلب پر محمول کریں تاکہ کل ایک نئے معنی کی تاسیس کرے۔ اور تاخیر کی صورت میں لم یقم انسان سالبہ مہملہ ہے اور سالبہ مہملہ سالبہ کلیہ کی قوت میں ہوتا ہے تو یہ عموم سلب کے لیے ہوا اور اگر کل کے دخول کے بعد بھی یہی معنی ہو تو پھر کل پہلے معنی کی تاکید ہو گا تو ضروری ہے کہ ہم اسے کل کے دخول کے بعد مجمل افراد سے قیام کی نفی پر محمول کریں اور سلب عموم کے لیے لیں تاکہ کل ایک نئے معنی کی تاسیس کا فائدہ دے اور تاکید کی تاسیس پر ترجیح لازم نہ آئے۔

سوال نمبر 73: مصنف علیہ الرحمہ نے ان بعض لوگوں کے موقف پر جو دو اعتراضات کیے ہیں، وہ تحریر کریں؟

جواب: مصنف علیہ الرحمہ کے دو اعتراض درج ذیل ہیں۔

(1)اعتراض: پہلی صورت (انسان لم یقم) میں مجمل افراد سے نفی ہے اور دوسری صورت (لم یقم انسان) میں ہر فرد سے نفی ہے اس کا فائدہ تو فعل کی لفظ انسان کی طرف اسناد دے رہی تھی جب ہم نے کل کی طرف اسناد کی تو یہ اسناد زائل ہو گئی تو اگر کل کے دخول کے بعد بھی وہی معنی حاصل ہو تو تاسیس ہو گا نہ کہ تاکید۔

(2)اعتراض: دوسری صورت (لم یقم انسان) جب ہر فرد سے نفی کا فائدہ دے رہی ہے تو مجمل افراد سے بھی نفی کا فائدہ دے گی تو اب ہم اگر کل کو مجمل افراد سے نفی پر محمول کریں تو یہ تاسیس تو نہ ہو گی بلکہ تاکید ہی ہو گی۔

سوال نمبر 74: وہ مسند الیہ جس کا سور کل ہو اس کے عموم سلب یا سلب عموم کا فائدہ دینے کے بارے میں عبد القاہر رحمہ اللہ کا کیا موقف ہے؟

جواب: شیخ عبد القاہر جرجانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اگر کلمہ کل حیز نفی میں داخل ہو۔ جیسے ماکل متمنی المرء حاصلا یا فعل منفی کا معمول ہو۔ جیسے ماجاءنی القوم کلهم تو نفی شمول کی ہو گی یعنی سلب عموم ہو گا اور مجمل افراد سے نفی ہو گی اور اگر ایسا نہ ہو یعنی حیز نفی میں داخل نہ ہو یا فعل منفی کا معمول واقع نہ ہو تو ہر فرد کی نفی ہو گی اور عموم سلب ہو گا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "کل ذلك لم یکن

"نبی کریم ﷺ یہ اس وقت فرمایا جب ذوالیدین نے عرض کی اقصرت الصلاۃ ام نسیت یا رسول اللہ ﷺ۔

سوال نمبر 75: اسم ظاہر کی جگہ اسم ضمیر رکھنے کی چند صورتیں بیان کریں؟

جواب: اسم ظاہر کی جگہ اسم ضمیر رکھنے کی صورتوں میں سے ایک صورت افعال مدح وذم کی ہے جیسے نعم رجلا مقتضی ظاہر تو یہ تھا کہ نعم الرجل کہا جاتا لیکن الرجل کی جگہ نعم میں ضمیر رکھ دی اور اس ضمیر کی وضاحت رجلا سے کردی اسی طرح ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے۔ جیسے ھوزید عالم ،ھی ھند عالمۃ اور ایسا اس وجہ سے کیا جاتا ہے تاکہ بات سامع کے ذہن میں پختہ ہو جائے کیونکہ جب اسے ضمیر سے کچھ سمجھ نہ آئے گا تو وہ انتظار کرے گا اور جب انتظار کے بعد وہ شئے حاصل ہوگی تو ذہن میں راسخ ہوگی۔

سوال نمبر 76: اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر ،اسم اشارہ لانے کی صورتیں بیان کریں؟

جواب: (1) مسند الیہ عجیب حکم کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے متکلم کی اس کو ممتاز کرنے کی طرف خوب توجہ ہوتی ہے۔

جیسے

کم عاقل عاقل اعیت مذاھبہ وجاھل جاھل تلقاہ مرزوقا

ھذا الذی ترک الاوھام حائرۃ وصیر العالم النحریر زندیقا

(2)سامع پر تحکم کرنے کے لیے۔ جیسے کسی نے کہا من جاء؟تو اسے خلاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا ھذا۔

(3)سامع کی کند ذہنی پر تنبیہ کرنے کے لیے جیسے کسی نے پوچھا من عالم البلد؟تو **جواب** میں کہنا ذلک زید۔

(4)سامع کی کمال ذہانت پر تنبیہ کرنے کے لیے جیسے کسی پیچیدہ مسئلے کی تقریر کے بعد کہنا ھذہ ظاھرۃ۔

(5)مسند الیہ کمال ظہور کے دعوی کے وقت جیسے ذلک الکتاب۔

سوال نمبر 77: اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھنے کی چند صورتیں بیان کریں؟

جواب:(1)مسند الیہ کو سامع کے ذہن میں پختہ کرنے کے لیئے جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔

(2)سامع کے دل میں خوف داخل کرنے کے لیے جیسے خلفاء کا قول امیر المؤمنین یامرك بکذا

(3)مامور کے داعی کے قوی ہونے کی وجہ سے جیسے ابوك یامرك بکذا

(4)طلب رحمت کے لیئے جیسے الھی عبدك العاصی اتاکا

سوال نمبر 78: جمہور اور امام سکاکی کے نزدیک التفات کی تعریف کیا ہے؟

جواب: جمہور کی تعریف: کسی معنی کو طرق ثلاثہ (تکلم، خطاب، غیبت) میں سے ایک طریقے سے تعبیر کرنے کے بعد مقتضی ظاہر کے خلاف کسی دوسرے طریقے سے تعبیر کرنا۔

سکاکی کی تعریف: مقتضی ظاہر کے خلاف طرق ثلاثہ میں سے کسی ایک طریقہ سے تعبیر کرنا التفات کہلاتا ہے۔ سکاکی کی تعریف جمہور کی تعریف سے اخص ہے کیونکہ سکاکی کے نزدیک ایک ہی تعبیر التفات کے لیے کافی ہے جبکہ جمہور کے نزدیک ایسا نہیں۔

سوال نمبر 79: التفات کی کتنی صورتیں ہیں ہر ایک کی مثال سے وضاحت کریں؟

جواب: اس کی چھ صورتیں ہیں جو درج ذیل ہیں

(1) تکلم سے خطاب کی طرف التفات۔ جیسے وَ مَا لِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

(2) تکلم سے غیبت کی طرف۔ جیسے اِنَّاۤ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ

(3) غیبت سے تکلم کی طرف۔ جیسے وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔

(4) غیبت سے خطاب کی طرف۔ جیسے مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِؕ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُؕ

(5) خطاب سے غیبت کی طرف؛ جیسے وَّ ظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اُحِيۡطَ بِهِمۡ‌ۙ-دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ۔

(6) خطاب سے تکلم کی طرف؛ جیسے طحا بك قلب فی الحسان طروب بعيد الشباب عصر حان مشيب يكلفني ليلى

سوال نمبر 80: التفات کی وجہ حسن کیا ہے خصوصا سورۃ فاتحہ میں اس کے کیا لطائف ہیں؟

جواب: التفات کی وجہ حسن: جب کلام ایک اسلوب سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے تو وہ کلام بالکل نیا ہو جاتا ہے اور سامع کو تروتازہ کر دیتا ہے۔ اب سامع اسے بیدار مغزی کے ساتھ سنتا ہے کیونکہ ہر جدید لذیذ ہوتا ہے۔

یہ التفات کی مطلقا وجہ حسن ہے۔

فاتحہ میں التفات کے لطائف: سورۃ فاتحہ میں جب بندہ حضوری دل کے ساتھ مستحق حمد کا ذکر کرتا ہے تو وہ اپنے دل میں اس کی طرف متوجہ ہونے کا محرک پاتا ہے اور جیسے جیسے وہ ان بڑی صفات میں سے کسی صفت کو اس پر جاری کرتا ہے تو وہ محرک قوی ہوتا جاتا ہے حتی کہ معاملہ ان صفات کے خاتمہ یعنی مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِؕ تک پہنچ جاتا ہے جو اس بات کا مفید ہے کہ یوم جزاء میں تمام امور کا وہ مالک ہے تو اس وقت وہ محرک اپنی قوت کی انتہاء کو پہنچنے کی وجہ سے رب کی طرف متوجہ ہونے، غایت خضوع اور استعانت کے ساتھ خاص کر کے خطاب کرنے کو ثابت کرتا ہے پھر بندہ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ کے ساتھ اس سے خطاب کرتا ہے۔

سوال نمبر 81: خلاف مقتضی ظاہر کی چند صورتیں تحریر کریں؟

جواب: (1) متکلم کا مخاطب کی امید کے برعکس اس سے خطاب کرنا اس طرح کہ اس کے کلام کو اس کی مراد کے خلاف پر محمول کر دینا تاکہ اسے تنبیہ ہو کہ خلاف مقصود کا ارادہ ہی اس کے زیادہ لائق ہے۔ مثلا حجاج نے قبعثری کو کہا "لاحملنک علی الادھم" تو جوابا اس نے کہا" مثل الامیر یحمل علی الادھم والاشھب"

(2) سائل کو وہ **جواب** دینا جو مسئول نہ تھا اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ غیر مسئول ہی اس کے حال کے زیادہ لائق ہے۔ مثلا فرعون نے کہا "ومارب العلمین" تو جوابا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا" قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا۔

(3) مستقبل کو لفظ ماضی سے تعبیر کرنا تاکہ اس کے وقوع کے تحقق پر تنبیہ ہو۔ مثلا وَ نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰہُ۔

(4) خلاف مقتضی ظاہر کی ایک صورت قلب بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کلام کی ترتیب کو بدل دینا اس طرح کہ ایک جز کو دوسرے کی جگہ اور دوسرے کو پہلے کی جگہ رکھ دینا۔ جیسے ادخلت الخاتم فی الاصبع۔ سکاکی نے قلب کو مطلقا جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ کلام میں ملاحت کو پیدا کرتا ہے۔ جبکہ بعض لوگوں نے اسے مطلقا رد کر دیا کیونکہ یہ خلاف مطلوب ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ اگر کسی اعتبار لطیف کو متضمن ہو تو مقبول ورنہ مردود ہے۔

احوال مسند

سوال نمبر 82: مسند کو حذف کرنے کی کوئی سی پانچ صورتیں بمع امثلہ تحریر کریں؟

جواب: مسند کے حذف کی پانچ صورتیں درج ذیل ہیں

(1) اختصار اور احتراز عن العبث کے لیئے حذف کیا جاتا ہے۔ مثلاً زید منطلق وعمرو۔

(2) وزن کی محافظت کے لیئے مسند کو حذف کیا جاتا ہے۔ مثلا وانی وقیار بھا لغریب۔

(3) اہل عرب کے استعمال کی اتباع کے لیئے بھی حذف کیا جاتا ہے۔ مثلا خرجت فاذا زید۔

(4) عدول الی اقوی الدلیلین کے لیئے حذف کرتے ہیں۔ جیسے ان محلا وان مرتحلا۔

(5) حذف میں فائدہ کی کثرت کی وجہ سے حذف کرتے ہیں۔ جیسے فصبر جمیل۔

سوال نمبر 83: ''فانی و قیار بھا لغریب'' شعر مکمل کر کے اس کا ترجمہ کریں اور شاعر کا نام بتائیں؟

جواب: مکمل شعر یہ ہے

فانی و قیار بھا لغریب　　　و من یک امسی بالمدینۃ رحلہ

ترجمہ: جس کی منزل اور ٹھکانہ شام کو شہر میں ہوا، پس میں اور میرا گھوڑا وہاں مسافر تھے۔اس شعر کا شاعر ضابی بن حارث ہے۔

سوال نمبر 84: مذکورہ شعر کس کی مثال ہے نیز اس میں محلِ استشہاد کیا ہے؟

جواب: یہ مسند کو حذف کرنے کی مثال ہے۔ یہاں پر مسند کو چند وجوہات کی بنا پر حذف کیا گیا ہے۔ مثلا، اختصار، احتراز عن العبث، مقام کی تنگی اور وزن کی محافظت وغیرہ۔اس میں محل استشہاد شعر کے دوسرے مصرع میں قیار کا مسند ''غریب'' محذوف ہے۔

سوال نمبر 85: اگر قیار کا عطف انّ کے اسم کے محل پر عطف ہو اور ''لغریب'' دونوں سے خبر بن جائے تو حذف کا ارتکاب نہ کرنا پڑے گا؟

جواب: یہ جائز نہیں ہے کیونکہ جب تک لفظا یا تقدیرا خبر پہلے نہ ہو تو انّ کے اسم کے محل پر عطف ممتنع ہے۔ ہاں اگر خبر مقدر نکال لی جائے تو جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں خبر تقدیرا مقدم ہو جائے گی۔ ہاں اس شعر کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ قیار مبتدا ہو اور خبر محذوف مانی جائے اور اس جملہ کا ما قبل جملہ پر عطف ہو تو یہ عطف الجملہ علی الجملہ کے قبیل سے ہو کر جائز ہو جائے گا۔

سوال نمبر 86: نحن بما عندنا و انت بما عندك راضٍ و الرای مختلف یہ شعر کس کی مثال ہے؟

جواب: یہ بھی مسند کو حذف کرنے کی مثال ہے۔اور وجوہاتِ حذف وہی جو پہلے مذکور ہوئیں۔ یہاں ''نحن'' مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے یعنی نحن بما عندنا راضون۔

سوال نمبر 87: مصنف نے دو امثلہ کیوں ذکر کی؟

جواب: دراصل اس مثال میں پہلے مبتدا کی خبر محذوف تھی اور قرینہ مبتدا ثانی کی خبر ہے، جبکہ پہلے جو مثال دی اس میں اس کا عکس تھا۔

سوال نمبر 88: ''زید منطلق وعمرو'' یہاں کون سا مسند محذوف ہے؟ نیز وجہ حذف کیا ہے؟

جواب: یہاں عمرو کی خبر منطلق محذوف ہے اور حذف کی وجہ تنگی مقام کے ساتھ ساتھ احتراز عن العبث ہے۔

سوال نمبر 89: ''خرجت فاذا زید'' اس میں کون سا مسند حذف ہے؟ اور وجہ کیا ہے؟

جواب: یہاں خبر محذوف ہے اور وہ موجود، واقف، حاضر، بالباب وغیرہ ہیں۔ نیز وجہ حذف گزشتہ وجوہات کے ساتھ ساتھ استعمال کی اتباع کرنا ہے کیونکہ اذا فجائیہ مطلق وجود پر دلالت کرتا ہے اور کبھی اس کے ساتھ ایسے قرائن مل جاتے ہیں جو خبر کی خاص نوع پر دلالت کرتے ہیں جیسے یہاں خروج ہے جو بتا رہا ہے کہ زید دروازے پر ہے یا حاضر ہے۔

سوال نمبر 90: " انّ محلا و انّ مرتحلا " یہ شعر مکمل کریں اور محذوف مسند کی تعیین کے ساتھ ساتھ وجہ حذف بھی بتائیں۔

جواب: مکمل شعر ہے

انّ محلا و ان مرتحلا و انّ — فی السفر اذ مضوا مهلا

یہاں پر انّ کی خبر محذوف ہے اور اصل میں تھا انّ لنا فی الدنیا حلولا و لنا عنها الی الآخرة ارتحالا؛ تو یہاں مسند کو اختصار، عدول الی اقوی الدلیلین، تنگی مقام یعنی وزن شعری کی حفاظت اور اتباعِ استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے۔ کیونکہ اہل عرب "انّ مالا و انّ ولدا " جیسی تمام تراکیب میں مسند کو حذف کرتے ہیں، حتی کہ سیبویہ نے اپنی کتاب میں اس کا ایک باب باندھا اور کہا "هذا باب انّ مالا و انّ ولدا"۔

سوال نمبر 91: اللہ عزوجل کا فرمان ہے " لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِكُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَةِ رَبِّیۡۤ " تو اس میں کون سا مسند حذف ہے نیز وجہ حذف کیا ہے؟

جواب: اس آیت میں "انتم" مبتدا نہیں ہو سکتا کیونکہ "لو" فعل پر داخل ہوتا ہے۔ اس سے پتا چلا کہ انتم فعل محذوف کا فاعل ہے اور وہ فعلِ مسند تملکون ہے اور اصل عبارت لو تملکون تملکون، پھر پہلے فعل کو حذف کیا کیونکہ مفسِر کے پائے جانے کی وجہ سے اس کا ذکر عبث تھا۔ پھر ضمیر متصل کو منفصل سے بدل دیا کیونکہ حذفِ عامل کے وقت قانون یہی ہے۔

سوال نمبر 92: مصنف نے یہاں احتراز عن العبث کی اضافی مثال کیوں دی ؟حالانکہ اس کی پہلے وضاحت ہو چکی۔

جواب: یہاں مسند فعل ہے جبکہ ما قبل میں محذوف ہونے والا مسند اسم یا جملہ تھا۔ اس لیے ماتن نے اضافی مثال دی۔

سوال نمبر 93: ''فصبر جمیل'' یہ کس کس کی مثال بن سکتا ہے ؟

جواب: یہ مسند الیہ اور مسند دونوں کے حذف کی مثال بن سکتا ہے۔ اگر مسند الیہ محذوف ہو تو تقدیری عبارت ہو گی ''فامری صبر جمیل ''اور اگر مسند محذوف ہو تو اصل میں '' فصبر جمیل اجمل '' ہو گا؛ لهذا حذف میں فائدہ کثیر ہے کیونکہ کلام کو دونوں معانی پر محمول کرنا ممکن ہے۔ اگر ذکر کر دیتے تو ایک متعین ہو جاتا۔

سوال نمبر 94: کیا حذف کے لیے قرینہ کا ہونا ضروری ہے ؟ نیز قرینہ کی دو صورتیں تحریر کریں۔

جواب: جی حذف کے لیئے قرینہ کے پایا جانا ضروری ہے تاکہ معنیٰ کو سمجھنا ممکن ہو۔ قرینہ کی ایک صورت یہ ہے کہ کلام سوالِ محقق کا **جواب** واقع ہو جیسے اس آیت کریمہ میں ہے۔ مثلا" وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ اصل میں "خلقهن الله" تھا تو مسند فعل کو حذف کر دیا کہ ما قبل کا سوال اس پر دال ہے۔ دوسری صورت یہ کہ کلام سوال مقدر کا **جواب** واقع ہو۔ جیسے ولیبك یزید ضارع لخصومة۔ یہاں ضارع سے قبل فعل مسند یبکیه محذوف ہے اور سوال مقدر اس پر قرینہ ہے۔

سوال نمبر 95: "لیبك یزید ضارع لخصومة" شاعر کا نام بتائیں نیز شعر مکمل کر کے ترجمہ اور وضاحت کریں۔

جواب: یہ ضرار بن نہشل کا شعر ہے جو اس نے اپنے بھائی یزید بن نہشل کے مرثیہ میں کہا تھا۔ مکمل شعر یوں ہے۔

لیبك یزید ضارع لخصومة و مختبط مما تطیح الطوائح

ترجمہ: اور وضاحت: چاہیے کہ یزید پر رویا جائے۔ اس پر جھگڑے میں کمزور شخص روئے (کیونکہ وہ کمزور لوگوں کو پناہ دینے اور مدد کرنے والا تھا) اور وہ سائل روئے جو حادثات میں اپنے مال کے ضائع ہونے کی وجہ سے اس سے سوال کرتا تھا۔ یا سائل روئے کیونکہ موت یزید کو لے گئی۔

سوال نمبر 96: وفضله علی خلافه بتکرار الاسناد الخ اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ عبارت ایک اعتراض کے جواب میں ہے۔

اعتراض: ولیبك یزید الخ شعر میں فعل کو مجہول پڑھا گیا اور یزید کو نائب الفاعل بنایا حالانکہ اس کو معروف بھی تو پڑھ سکتے تھے یوں یزید مفعول اور ضارع فاعل بن جاتا اور فعل محذوف نہ ماننا پڑتا۔

جواب: یہ ہے کہ فعل کو مجہول پڑھنا اس کو معروف پڑھنے سے تین وجوہات کی بناء پر راجح ہے:

(1) مجہول پڑھنے میں اسناد کا تکرار ہے پہلے اجمالا پھر تفصیلا اور یہ اوقع فی النفس ہے
(2) اس صورت میں "یزید" غیر فضلہ واقع ہو گا۔

(3) اس صورت میں فاعل کی معرفت نعمت غیر مترقبہ کے حصول کی طرح ہو گی۔

سوال نمبر 97: ذکر مسند کی پانچ صورتیں تحریر کریں؟

جواب: مسند کو ذکر کرنے کی پانچ صورتیں درج ذیل ہیں۔

(1) ذکر یہ اصل ہے اور خلاف کا کوئی مقتضی بھی نہیں ہے مثلا زید قائم۔

(2) قرینہ پر اعتماد کے کمزور ہونے کی وجہ سے جیسے " خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ۔

(3) سامع کی کند ذہنی کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ جیسے "محمد نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "اس کو کہنا جس نے پوچھا ہو تمہارا نبی کون ہے۔

(4) مسند کے اسم یا فعل ہونے کی تعیین مقصود ہوتی ہے۔ جیسے زید قائم اور زید قام ابوہ۔

(5) ایضاح اور تقریر کی زیادتی کے لیئے مسند کو ذکر کیا جاتا ہے۔ جیسے اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

سوال نمبر 98: مسند کو مفرد کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب: مسند کو مفرد اس لیئے لایا جاتا ہے کہ وہ غیر سببی ہوتا ہے نیز حکم کی تقویت کا فائدہ مقصود نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ سببی ہو یا مفید تقوی ہو تو یقینا جملہ ہو گا۔

سوال نمبر99: ''مع عدم افادۃ التقوی'' کی قید سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس کا معنی یہ ہے کہ نفسِ ترکیب حکم کی تقویت کا فائدہ نہ دے لہذا جو تکرار کی بنا پر مثلا عرفت عرفت یا حرفِ تاکید سے مفید تقوی ہو مثلا انّ زیدا عارف، وہ خارج ہو گا۔ یا پھر ہم کہیں گے کہ اصطلاحی تقویتِ حکم مراد ہے اور وہ مخصوص طریقہ ہے جیسے زید قام۔

سوال نمبر100: مسند سببی اور فعلی کس کی اصطلاح ہیں؟

جواب: علامہ تفتازانی فرماتے ہیں کہ سببی اور فعلی کی اصطلاح صاحبِ مفتاح ابو یعقوب یوسف سکاکی کی گھڑی ہوئی اصطلاح ہیں کہ انہوں نے علمِ نحو میں صفت حقیقی کو وصف فعلی اور صفت سببی کو وصف سببی کا نام دیا اور علم معانی میں زید قام کی مثل میں مسند کو مسند فعلی اور زید قام ابوہ میں مسند سببی کا نام دیا۔ مگر ان کی تعریف پیچیدگی سے خالی نہیں اور یہ اصطلاح ان سے پہلی کسی نے نہ بنائی۔

سوال نمبر101: مسند سببی اور غیر سببی کی تعریفات ذکر کریں۔

جواب: تفتازانی نے مسند سببی کی تعریف یوں کی کہ ایسا جملہ جس کو مبتدا پر ایسے عائد کے ذریعے معلق کیا گیا ہو جو اس جملہ میں مسند الیہ نہ ہو۔ اس تعریف کے مطابق زید ابوہ منطلق کی مثل ترکیب خارج ہو جائے گی کیونکہ یہ مسند مفرد ہے

اور قل ھو اللہ احد کی مثل بھی خارج ہو جائے گی کیونکہ اس کی مبتدا پر تعلیق کسی عائد سے نہیں ہے۔اسی طرح زید قام اور زید ھو قائم کے مسند بھی خارج ہو جائیں گے کیونکہ ان میں عائد مسند الیہ ہے۔زید ابوہ قائم ، زید قام ابوہ ، زید مررت بہ ، زید ضربت عمرا فی دارہ اور زید ضربتہ جیسی امثلہ تعریف میں شامل ہوں گی۔ کیونکہ یہاں مسند مبتدا کی خبر بن رہے ہیں اور تقوی حکم کا فائدہ بھی نہیں ہے۔

سوال نمبر 102: مسند کو فعل کب لایا جاتا ہے؟

جواب: مسند کو اس وقت فعل لاتے ہیں جب مقصود مختصر طریقے پر اس کو ماضی، حال اور استقبال میں سے کسی سے مقید کرنا مقصود ہو اور تجدد کا فائدہ پانا ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ فعل اپنے صیغہ سے تینوں زمانوں میں سے کسی ایک پر ایسی دلالت کرتا ہے جو قرینہ کی محتاج نہیں ہوتی۔جب کہ اسم قرینہ خارجیہ کے ساتھ دلالت کرتا ہے۔مثلا زید قائم امس او الان او غدا۔اسی وجہ سے مصنف نے "علی اخصر وجہ "فرمایا۔چونکہ تجدد زمانے کو لازم ہے کہ وہ قار الذات کم ہوتا ہے اور زمانہ مفہوم فعل کا جز ہے تو فعل تجدد کا بھی مفید ہو گا۔

سوال نمبر 103: مسند کو فعل لانے کی مثال سے وضاحت کریں۔

جواب: ماتن نے اس پر یہ مثال دی۔

او کلما وردت عکاظ قبیلۃ   بعثوا الیّ عریفھم یتوسّم

ترجمہ: (جب بھی عرب عکاظ کے میلے میں آتے ہیں) کیا جب بھی کوئی قبیلہ عکاظ میں وارد ہوتا ہے تو وہ میرے طرف اپنے سردار کو نہیں بھیجتے؟ جو ٹکٹکی باندھ کر

دیکھتا ہے۔اس شعر میں محل استشہاد ''یتوسّم '' ہے کہ شاعر اس کو فعل مضارع لایا تاکہ زمانے پر مختصر طریقے سے دلالت کے ساتھ ساتھ تجدد کا فائدہ حاصل ہو۔

سوال نمبر 104: مسند کو اسم کب اور کیوں لایا جاتا ہے؟ مثال سے وضاحت کریں۔

جواب: جب مسند سے مقصود زمانے سے مقید کرنا اور تجدد کا فائدہ حاصل کرنا نہ ہو بلکہ دوام و ثبوت مقصود ہو تب مسند کو اسم لاتے ہیں۔ مثال ''لا یالف الدرھم المضروب صرتنا لکن یمرّ علیھا و ھو منطلق ''ترجمہ یعنی ہماری جیب ڈھلے ہوئے درہموں سے الفت نہیں رکھتی لیکن وہ جیب پر گزرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ یہاں مسند "منطلق" کو اسم اس لیے لائے کہ دوام اور ثبوت حاصل ہو یعنی جیب سے چلا جانا دراہم کے لیے دائمی طور پر ثابت ہے۔

سوال نمبر 105: شیخ عبدالقاہر کا اس بارے میں کیا موقف ہے کہ اسم دوام کا مفید ہے یا نہیں؟

جواب: شیخ عبدالقاہر فرماتے ہیں کہ اسم کی وضع صرف اس لیے ہے کہ ایک شے کا دوسری کے لیے ثبوت کا فائدہ دے، سو زید منطلق میں انطلاق کو زید کا فعل ثابت کرنے کے سوا کسی چیز کا فائدہ نہیں۔ جیسے زید طویل و عمرو قصیر میں ہے۔

سوال نمبر 106: مسند فعلی کو مفاعیل وملحقات کے ساتھ مقید کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مسند فعلی کو مفعول، حال، تمیز اور مستثنی وغیرہ سے اس لیئے مقید کرتے ہیں تاکہ فائدہ بڑھ جائے کیونکہ حکم میں جب بھی خصوص زیادہ ہوگا تو غرابت بڑھے گی اور جتنی غرابت بڑھے گی اتنا فائدہ بھی زیادہ ہوگا مثلاا گر کہا جائے "ضرب زید" تو اس میں فائدہ کم ہے جبکہ "ضرب زید عمرا یوم الجمعة تادیبا" اس میں فائدہ زیادہ ہے۔

سوال نمبر 107: کان کی خبر بھی تو مفعول کے مشبہات سے ہے مگر یہاں فائدہ کی زیادتی تو ہوتی ہی نہیں بلکہ نفس فائدہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ اگر خبر نہ ہو تو فائدہ ہی معدوم ہو جائے گا؟

جواب: ماتن نے اس اعتراض کا جواب یوں دیا کہ ''کان زید منطلقا'' میں مقید منطلقا ہے اور کان اس کی قید ہے۔ لہذا یہاں مسند قید ہی نہیں کہ فائدہ کی زیادتی ہو بلکہ مقید ہے۔

سوال نمبر 108: مسند کو مفاعیل اور ان کے ملحقات کے ساتھ مقید نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب : جب فائدہ کی زیادتی سے کسی قسم کا مانع ہو تب قید کو ترک کر دیتے ہیں۔ اب مانع کی کثیر صورتیں ہیں۔ مثلا مدت یا فرصت کے ختم ہونے کا خوف، حاضرین کو فعل کے زمانہ، مکان، مفعول پر مطلع نہ کرنے کا ارادہ ہونا یا مقیدات کا علم نہ ہونا وغیرہ۔

سوال نمبر 109: مسند فعلی کو شرط کے ساتھ مقید کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: ماتن کہتے ہیں کہ شرط کے ساتھ مسند کو ان اعتبارات اور حالات کی بنا پر مقید کیا جاتا ہے جو اس کی تقیید کا تقاضا کرتے ہیں۔اب رہا ان حالات و اعتبارات کو جاننا تو وہ اس وقت تک نہیں جانے جا سکتے جب تک حروف و اسما شرط کے مابین جو تفصیل ہے اس کو نہ جان لیا جائے اور ان کی تفصیل علم نحو میں بیان کی جا چکی ہے۔

سوال نمبر 110: جملہ شرطیہ یہ خبر یہ ہے یا انشائیہ شارح کی تحقیق کا خلاصہ بیان کریں؟

جواب: مسعود بن عمر تفتازانی کہتے ہیں کہ جملہ شرطیہ شرط سے مقید کرنے سے پہلے اگر خبر یہ ہے تو اب بھی خبر یہ ہو گا اگر انشائیہ ہے تو اب بھی انشائیہ ہو گا باقی رہا نفس شرط تو اداۃ شرط اس کو خبریۃ سے نکال دیتے ہیں اور ان میں صدق و کذب کا احتمال باقی نہیں رہتا۔

سوال نمبر 111: ان اور اذا کی اصل کیا ہے اور یہ کن معانی کے لیئے آتے ہیں امثلہ سے وضاحت کریں؟

جواب: "ان اور اذا" دونوں استقبال میں شرط کے لیئے آتے ہیں فرق یہ ہے کہ "ان" میں شرط کے وقوع کا یقین نہیں ہوتا بلکہ شک ہوتا ہے اسی وجہ سے کلام اللہ میں اصل معنی کے اعتبار سے واقع نہیں ہوا اور "اذا" میں شرط کے وقوع کا یقین ہوتا ہے ان دونوں کی مثال قرآن پاک کی آیت کریمہ ہے فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَنَا هٰذِهٖ‌ۚ۔وَ اِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوۡا بِمُوۡسٰى وَ مَنۡ مَّعَهٗ‌۔اَلَاۤ اِنَّمَا طٰۤٮِٕرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَ لٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۔اس آیت میں "حسنہ "جس کا ہونا یقینی تھا اس کے ساتھ

فعل ماضی اور "اذا" لے کر آئے اور "سیئہ" بنسبت حسنہ کے نادر تھی اس لیئے وہاں "ان" لے کر آئے کیونکہ اس کا وقوع یقینی نہیں ہے۔

سوال نمبر 112: "ان" کو مقام جزم میں استعمال کی پانچ صورتیں بمع امثلہ بیان کریں؟

جواب: "ان" کی اصل اگرچہ عدم جزم ہے مگر کبھی اس کو مقام جزم میں بھی استعمال کر لیا جاتا ہے اس کی پانچ صورتیں درج ذیل ہیں۔

(1) تجاہل عارفانہ کے طریقے پر "ان" کو مقام جزم میں استعمال کرتے ہیں مثلا جب غلام سے اس کے مالک کے بارے میں پوچھا جائے کہ کیا وہ گھر میں ہے؟ تو جواب میں وہ کہے کہ "ان کان فیھا اخبرك" حالانکہ وہ اس کے گھر میں ہونے کو جانتا ہے۔

(2) وقوع شرط کا مخاطب کو جزم نہیں ہوتا اس لیئے "ان" لے آتے ہیں مثلا مخاطب منکر کو کہنا "ان صدقت فماذا تفعل" حالانکہ متکلم کو اپنے سچا ہونے کا یقین ہے۔

(3) وقوع شرط کے جاننے والے کو نہ جاننے والے کے مرتبے میں اتارا جاتا ہے مثلا اپنے باپ کو ایذا دینے والے کو کہنا "ان کان اباك فلا تؤذہ"۔

(4) مخاطب کو شرط پر عار دلانے کے لیئے مقام جزم میں "ان" لاتے ہیں۔ مثلا وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۔

(5) غیر متصف بالشرط کو متصف بالشرط پر غلبہ دینے کے لیئے "ان" کو مقام جزم میں لے آتے ہیں مثلا زید کے لیئے قیام یقینی ہو مگر عمر کے لیئے مشکوک ہو تو کہنا "ان قمتما کان کذا"۔

سوال نمبر 113: ''وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ'' یحتملهما؛ اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: ماتن یہاں یہ بتارہے ہیں کہ ہم نے بیان کیا تھا کہ مخاطب کو شرط پر عار دلانے کے لیے مقام جزم میں ان استعمال کرتے ہیں۔ تو اس آیت میں احتمال ہے کہ ''ان کنتم فی ریب'' میں ان کا شک میں ہونا یقینی تھا مگر ان لائے تا کہ مخاطب کو عار دلائی جائے اور اس کو احساس کرایا جائے کہ اصل میں یہ شرط فقط فرض کے مرتبہ میں ہونی چاہیے، حالانکہ یہاں تو اس کا وقوع ہے۔

پھر ممکن ہے کہ یہاں غیر مرتابین کو مرتابین پر غلبہ دینے کے لیے ان کو مقام جزم میں استعمال کیا کیونکہ مخاطبین میں ایسے بھی ہیں جو حق کو پہچانتے ہیں مگر عناد کی وجہ سے منکر ہیں تو ان سب کو گویا کہ غیر مرتاب بنادیا گیا۔

سوال نمبر 114: تغلیب پر نوٹ لکھیں؟

جواب: مصنف فرماتے ہیں کہ تغلیب وسیع باب ہے جو کثیر فنون میں جاری ہوتا ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو متشابہ یا مصاحب اشیاء میں سے ایک کو دوسرے پر یوں غلبہ دینا کہ دوسرے کو اول کے ساتھ اسم میں متفق بنادینا پھر اس اسم کی تثنیہ لا کر دونوں مراد لے لینا اس کی امثلہ درج ذیل ہیں:

(1)"ابوان"

(2)عمرین"

(3)قمرین"

(4)وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ اس آیت میں مذکر کو مؤنث پر غلبہ دیا گیا۔ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ اس آیت میں جانب معنی کو جانب لفظ پر ترجیح دی گئی ہے۔

سوال نمبر 115: ''بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ'' میں تغلیب کی وضاحت کریں۔

جواب : اس آیت میں جانبِ معنی کو جانبِ لفظ پر غلبہ دیا گیا کیونکہ قیاس کے مطابق تجھلون ہونا چاہیے تھا کہ ضمیر قوم کی طرف راجع ہے اور وہ اسم ظاہر ہے مگر معناً قوم مخاطبین سے عبارت ہے۔

سوال نمبر 116: ابوان کی تغلیب اور القانتین کی تغلیب میں کیا فرق ہے؟

جواب : القانتین میں ظاہر کی مخالفت ہیئت اور صیغہ کے اعتبار سے ہے اور ابوان میں مادہ اور جوہر لفظ کے اعتبار سے ہے۔

سوال نمبر 117: ان اور اذا میں سے ہر ایک کے دونوں جملوں کا فعلیہ استقبالیہ ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب : ان اور اذا چونکہ مضمونِ جزا کو مستقبل میں مضمون شرط پر معلق کرنے کے لیے آتے ہیں اس لیے شرط و جزا دونوں جملے فعلیہ استقبالیہ ہوں گے۔ شرط اس

وجہ سے اس کا حصول مستقبل میں فرض کیا گیا ہے تو اس کا جملہ ثبوتیہ اور ماضی آنا ہی ممتنع ہے اور جزا اس وجہ سے کہ اس کا حصول شرط کے حصول پر معلق ہے۔ جب شرط کا حصول مستقبل میں مفروض ہے تو جو اس پر معلق ہے وہ بھی مستقبل میں ہی ثابت ہو گا۔

سوال نمبر 118: ''و لا یخالف ذلك لفظا الا لنکتة'' اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: اصل تو یہی ہے کہ ان اور اذا کے دونوں جملے فعلیہ استقبالیہ ہوں گے مگر کسی نکتے کی بناپر لفظی طور پر اس اصل کی مخالفت کی جاتی ہے اور دونوں جملے یا ایک جملہ اسمیہ یا فعلیہ ماضیہ لے آتے ہیں۔ ماتن نے ''لفظا'' کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کیا کہ یہ مخالفت لفظوں میں ہو گی معنیٰ وہی مستقبل والا ہو گا۔

سوال نمبر 119: وہ کون سا نکتہ ہے جس کی بناپر ''ان'' کے ساتھ جملہ اسمیہ یا فعلیہ ماضیہ لاتے ہیں؟

جواب: وہ نکتہ غیر حاصل کو حاصل کے مرتبہ میں ظاہر کرنا ہے۔ یعنی جب متکلم غیر حاصل شے کو حاصل کے مرتبہ میں ظاہر کرنے کا قصد کرتا ہے تو ''ان'' کے ساتھ جملہ اسمیہ یا فعلیہ ماضیہ لے آتا ہے۔

سوال نمبر 120: متکلم غیر حاصل کو حاصل کے مرتبہ میں کیوں رکھتا ہے؟

جواب: اس کی کچھ وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ اس شے کے حصول کے اسباب قوی ہوتے ہیں جیسے ''ان اشتریت کان کذا''۔ ثانی یہ کہ جو شے واقع ہونی ہے وہ واقع کی

طرح ہوتی ہے۔ ثالث یہ کہ اس شے کے حصول میں نیک فالی مقصود ہوتی ہے۔ مثلا ''ان ظفرت بحسن العاقبة فهو المرام'' رابع یہ کہ وقوعِ شرط میں رغبت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ مثلا ''ان اردن تحصنا'' خامس، امام سکاکی کہتے ہیں تعریض مقصود ہوتی ہے۔ مثلا ''لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ''۔

سوال نمبر 121: ''اظہارِ رغبت کی وجہ سے غیر حاصل کو حاصل کے مرتبہ میں رکھنا'' اس کی مزید وضاحت کر دیں۔

جواب: دراصل کسی شے کے طالب کی اس شے میں رغبت بڑی ہو تو وہ اس امر کا تصور کرتا رہتا ہے اور کبھی وہ خیال کرتا ہے کہ وہ امر اسے حاصل ہو گیا پس وہ اسے لفظ ماضی سے تعبیر کر دیتا ہے۔

سوال نمبر 122: تعریض کیا ہے؟ امثلہ سے وضاحت کریں۔ نیز اس کی وجہ حسن بھی بیان کریں۔

جواب: تعریض یہ ہے کہ فعل کی نسبت کسی کی طرف کی جائے اور مراد کسی اور کو لیا جائے مثلا لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اس آیت میں خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے مگر مراد کفار ہیں اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے وَ مَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ یہاں مراد مشرکین ہیں۔

تعریض کی وجہ حسن یہ ہے کہ متکلم ایسے طریقے سے مخاطب کو حق سناتا ہے جس سے اس کو غصہ نہیں آتا اور وہ طریقہ یہ ہے کہ صراحتاً باطل کی اس کی طرف نسبت نہیں کرتا بلکہ اپنی طرف یا کسی اور کی طرف کر دیتا ہے اور یہ طریقہ

قبول حق پر مددگار ہوتا ہے اور ایک طرح سے خالص نصیحت ہے کیونکہ متکلم ان کے لیئے وہی پسند کر رہا ہے جو وہ اپنے لیئے کرتا ہے۔

سوال نمبر 123: حرفِ شرط لو کی اصل کیا ہے؟ مثال سے وضاحت کریں۔

جواب: "لو" ماضی میں شرط کے لیئے آتا ہے اور اس میں انتفائے شرط کا یقین ہوتا ہے لہذا انتفائے جزاء بھی لازم آتا ہے مثلا "لوجئتنی لاکرمتك" اس میں اکرام کو زمانہ ماضی میں مجیئت پر معلق کیا اور عدم مجیئت یقینی ہے لہذا عدم اکرام بھی لازم آئے گا اور جب "لو" زمانہ ماضی میں شرط کے لیئے آتا ہے تو اس کو عدم ثبوت لازم ہے اور دونوں جملوں شرط و جزاء کا فعل ماضی ہونا بھی ضروری ہے۔

سوال نمبر 124: لو کے معنی پر ابن حاجب نے کیا اعتراض کیا؟ نیز تفتازانی نے کا جواب ذکر کریں۔

جواب: لو یہ شرط کے انتفا کی وجہ سے جزا کے انتفا کے لیے آتا ہے۔ اس پر ابن حاجب نے اعتراض کیا کہ اول سبب اور ثانی مسبب ہے اور سبب کا انتفا مسبب کے انتفا پر دلالت نہیں کرتا بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کہ مسبب کا انتفا تمام اسباب کے انتفا پر دلالت کرتا ہے۔ تو ''لو'' ثانی کے امتناع کی وجہ سے اول کے امتناع کے لیے ہو گا۔ اس پر دلیل اللہ عزوجل یہ فرمان بھی ہے۔ ''لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا'' کہ یہاں امتناعِ فساد سے امتناع تعددِ الھۃ پر استدلال کیا گیا ہے۔ نہ کہ اس کا عکس ہے۔ متاخرین نے ان کی رائے کو عمدہ قرار دیا حتی کہ قریب تھا کہ وہ اس پر اتفاق کر لیتے۔ مگر میں کہتا ہوں اس اعتراض کا منشا قلتِ تامل ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علما بلاغت کے اس قول ''لو لامتناع الثانی لامتناع الاول''کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اول کے امتناع سے ثانی کے امتناع پر استدلال کیا جاتا ہے حتی کہ ابن حاجب کا مذکورہ سبب و مسبب والا اعتراض درست ٹھہرے بلکہ ان کے قول کا معنی یہ ہے کہ خارج میں ثانی کے انتفا کا سبب اول کا انتفا ہے۔ ''لو شاء اللہ لھداکم''کا مطلب ہے کہ ہدایت منتفی ہے اور اس کا سبب مشیئت کا انتفا ہے۔ مطلب یہ کہ حرفِ شرط لو اس بات پر دلالت کرنے کے لیے آتا ہے کہ خارج میں مضمونِ جزا کے منتفی ہونے کی علت مضمونِ شرط کا منتفی ہونا ہے۔ پھر علامہ نے آثار اور کلام عرب سے اس پر شواہد پیش فرمائے۔

سوال نمبر 125: اہل میزان یعنی منطقیوں کی اصطلاح کیا ہے؟

جواب: منطقی ان اور لو کو اداتِ لزوم بناتے ہیں اور انہیں قیاس میں استعمال کرتے ہیں تاکہ نتائج کے علم کا حصول ہو۔ پس ان کے نزدیک حرفِ شرط لو اس بات پر دلالت کے لیے آتا ہے کہ انتفا ثانی کے علم کی علت اول کے انتفا کا علم ہے کیونکہ یہ بات بدیہی ہے کہ ملزوم کا انتفا لازم کے انتفا کے سبب ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ''لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا''اسی قاعدہ پر وارد ہے۔

سوال نمبر 126: حرف شرط لو کے بارے میں مبرد کا کیا موقف ہے؟

جواب: مبرد کے نزدیک حرفِ شرط لو، اِن کی طرح مستقبل میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ استعمال قلیل طور پر ثابت ہے مثلاً نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ''اطلبوا العلم و لو بالصین''، یعنی علم حاصل کرو اگرچہ تمہیں چین جانا پڑے۔ (یہ حدیث

نہیں ہے)۔ نیز فرمایا" و انی اباھی بکم الامم یوم القیامۃ و لو بالسقط "یعنی میں بروز قیامت بقیہ امتوں پر تمہارے سبب فخر کروں گا اگرچہ کچا گرا ہوا بچہ ہو۔

سوال نمبر 127: لو کی اصل سے عدول کن وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے؟ اور یہ مضارع پر داخل ہو جاتا ہے۔

جواب: "لو" کی اصل وضع فعل ماضی کے لیئے ہے مگر چند نکات کی وجہ سے یہ فعل مضارع پر بھی داخل ہو جاتا ہے۔ مصنف نے اس کی دو صورتیں بیان کی ہیں:

(1) زمانہ ماضی میں وقتاً فوقتاً فعل کے استمرار کا قصد کیا جائے تو "لو" فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے مثلاً لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ یعنی تمہارا مشکل میں نہ پڑنا اس کا سبب یہ ہے کہ تمہاری اطاعت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا استمرار نہیں۔

(2) مضارع کو جب ماضی کے مرتبے میں اتار دیا جائے اس وقت "لو" فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے مثلاً وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ یہ معاملہ قیامت میں ہونا ہے مگر "لو" کو داخل کر کے اسے ماضی کے مرتبہ میں اتار دیا کیونکہ یہ اس ذات کا کلام ہے جس کی خبر میں تخلف نہیں گویا کہ یہ معاملہ ہو چکا اس لیئے ماضی کے مرتبہ میں اتار دیا۔

سوال نمبر 127: یہ آیت رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ماتن نے کیوں ذکر کی؟

جواب: مصنف نے جب کہا کہ لو کے جملے کو فعل مضارع اس لیے لاتے ہیں تاکہ ماضی کو مضارع کے مرتبے میں اتارا جائے تو انہوں نے اس آیت سے ایک اور

نظیر پیش کی کہ جس طرح یہاں ''یودّ'' لائے اور ماضی سے عدول ہے کیونکہ ابن سراج اور ابو علی نے التزام کیا ہے کہ ربّ مکفوفہ کے بعد جو فعل آئے گا وہ ماضی ہی ہو گا، تو اس کی وجہ وہی ہے کہ یہاں مضارع کو ماضی کے مرتبے میں اتار دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خبر اس ذات سے صادر ہے جس کی خبر میں خلاف کا احتمال نہیں۔

سوال نمبر 128: ربّ آیت میں کس معنی کے لیے ہے؟ اور وہ معنی کیسے ثابت ہوتا ہے؟

جواب: یہاں ربّ تقلیل کے لیے ہے اور تقلیل کا معنی آیت میں اس طرح ہے کہ قیامت کی ہولناکیاں ان کفار کو مدہوش کر دیں گی جس سے وہ حیران و پریشان ہو جائیں گے اور جب کچھ افاقہ ہو گا تو یہ تمنا کریں گے۔

سوال نمبر 129: '' او لاستحضار الصورة ''اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں سے ماتن نے بیان کیا کہ آیت کریمہ '' وَ لَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَی النَّارِ '' میں لو کے بعد مضارع ممکن ہے اس وجہ سے لایا گیا ہو تا کہ آگ پر کھڑے کافروں کی رویت کی صورت ذہن میں حاضر کرنا ہو کیونکہ مضارع زمانہ حال پر بھی دلالت کرتا ہے جس کی شان ہی یہی ہے کہ اس کا مشاہدہ کیا جائے، یوں گویا کہ لفظِ مضارع سے اس صورت کا استحضار کیا گیا تا کہ سامعین اس کا مشاہدہ کر لیں۔ اس کی نظیر اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے وَ اللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ سَحَابًا یہاں پر '' فَتُثِیۡرُ '' کو مضارع اسی لیے لائے تا کہ اللہ عزوجل کی قدرتِ باہرہ پر دلالت کرنے

والی، بادلوں کی مخصوص کیفیت کے ساتھ آسمان وزمین کے مابین مسخر بادلوں کے اٹھنے کی صورت کو ذہن میں حاضر کیا جائے۔

سوال نمبر 130: مسند کو نکرہ کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب: جب متکلم حصر اور تعریف کے ذریعے تعیین کا ارادہ نہ کرے تب اسے نکرہ لاتے ہیں۔ مثلا زید کاتب وعمرو شاعر

یا پھر متکلم کا ارادہ تفخیم یعنی تعظیم ہو جیسے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ، جبکہ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہو یا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ کی خبر ہو۔

یا متکلم کا مقصود تحقیر ہو جیسے ما زید شیئا۔

سوال نمبر 131: مسند کی تخصیص اضافت یا وصف کے ساتھ کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: اضافت یا وصف کے ساتھ مسند کی تخصیص اس لیے کی جاتی ہے کہ مکمل فائدہ حاصل ہو کیونکہ جتنا زیادہ خصوص ہو گا تو فائدہ بھی اتنا ہی مکمل ہو گا۔ مثال جیسے زید غلام رجل یا زید رجل عالم۔

سوال نمبر 132: تخصیص اور تقیید میں کیا فرق ہے؟

جواب: مصنف نے حال وغیرہ کو مقیدات سے بنایا اور اضافت و وصف کو مخصصات سے بنایا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ تخصیص اور تقیید میں فرق ہے بلکہ یہ فقط ایک اصطلاح ہے۔ البتہ کچھ لوگوں نے یوں فرق بیان کیا کہ تخصیص عموم کی کمی کے

لیے آتی ہے اور فعل میں عموم نہیں ہوتا کیونکہ یہ فقط مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ رہا حال وغیرہ تو یہ اس مفہوم کو مقید کرتے ہیں۔ رہا وصف تو یہ اس اسم میں آتا ہے جس میں عموم ہو پس اسے خاص کر دیتا ہے۔ تفتازانی کہتے ہیں مگر اس میں نظر ہے۔

سوال نمبر 133: مسند کی تخصیص کو ترک کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: اس کی وجہ وہی ہے جو تقییدِ مسند کو ترک کرنے میں گزری کہ فائدے کی کثرت کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔

سوال نمبر 134: مسند کو معرفہ کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب: سامع کو کوئی امر تعریف کے طریقوں میں سے کسی ایک سے معلوم ہو تو اسے کسی دوسرے طریقے کے ذریعے اس امر پر حکم یا لازمِ حکم کا فائدہ دینے کے لیئے مسند کو معرفہ لاتے ہیں مثلا "زید اخوك" اور "عمرو المنطلق" نیز انہی دونوں مثالوں کا عکس جیسے "اخوك زید" اور "المنطلق عمرو"۔

سوال نمبر 135: مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو سامع کو کیا فائدہ ہو گا؟

جواب: اگرچہ دونوں معرفہ ہو مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ مخاطب کوئی فائدہ مجہولہ نہ ملے کیونکہ نفسِ مبتدا اور خبر کا علم، ان کے مابین نسبت کے علم کو مستلزم نہیں۔

سوال نمبر 136: اگر مبتدا اور دونوں معرفہ ہوں تو ان کی تقدیم کا قاعدہ کیا ہے کس اسم کو مبتدا اور کس کو خبر قرار دیں گے؟

جواب: جب کسی شئے کی دو صفتیں ہوں اور مخاطب ان میں سے کسی ایک کے ساتھ اتصاف کو جانتا ہو اور دوسری کو نہیں جانتا تو جس کو سامع جانتا ہے اس کو مقدم کیا جائے اور مبتدا بنادیا جائے اور جس سے جاہل ہے اس کو مؤخر کیا جائے اور خبر بنا دیا جائے۔

مثلا سامع زید کی ذات واسم کو جانتا ہے مگر اس کے بھائی ہونے کو نہیں جانتا تو متکلم اس کے بھائی ہونے کی معرفت دینے کا ارادہ کرے تو "زید اخوك " کہے اور اگر سامع اس کے ،اپنا بھائی ہونے کو تو جانتا ہے مگر علی التعیین نہیں جانتا اور متکلم اسے علم کے ساتھ متعین کرنے کا ارادہ کرے تو کہے گا اخوك زید۔

سوال نمبر 137:امام رازی کا موقف مسئلہ مذکورہ میں کیا ہے؟

جواب: امام رازی کا مؤقف یہ ہے کہ "زید المنطلق "اور "المنطلق زید "میں اسم ہی ابتدا کے لیئے متعین ہے کیونکہ یہ ذات پر دلالت کرتا ہے اور صفت خبریت کے لیئے متعین ہے مقدم ہو یا مؤخر کیونکہ وہ امر نسبی پر دلالت کرتی ہے مگر یہ قول مردود ہے کیونکہ 'المنطلق زید" کا معنی یہ ہے کہ جس کے لیئے صفت انطلاق ہے وہ صاحب الاسم ہے یوں المنطلق مسند الیہ بن گیا اور زید مسند بن گیا۔

سوال نمبر 138: جب مسند معرف باللام ہو اور لام جنس کا ہو تو وہ کیا فائدہ دیتا ہے؟

جواب: ایسی صورت میں کبھی یہ کسی شے پر جنس کے قصر کا فائدہ دے گا، برابر ہے کہ وہ قصر حقیقی ہو جیسے زید الامیر یا بطور مبالغہ ہو کہ وہ شے اس جنس میں کامل

ہے مثلاعمرو الشجاع یعنی عمرو شجاعت میں ایسا کامل ہے کہ اس کے غیر کی شجاعت کسی کھاتے میں نہیں کیونکہ وہ مرتبہ کمال سے قاصر ہے۔

سوال نمبر139:لام جنسی کا مذکورہ فائدہ کیا مسند کو معرف باللام جنسی لانے کی صورت میں ہی ہو گا؟

جواب: ایسا نہیں ہے بلکہ اگر مبتدا کو معرف باللام الجنسی لایا جائے مثلا الشجاع عمرو و الامیر زید تو یہاں بھی قصر کا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔حاصل کلام یہ کہ معرف باللام الجنسی کو اگر مبتدا بنائیں گے تو وہ خبر پر مقصور ہو گا اب چاہے خبر نکرہ ہو یا معرفہ ،اور اگر اسے خبر بنائیں گے تو وہ مبتدا پر مقصور ہو گی۔

سوال نمبر140: کیا جنس کی تقیید بھی ہوتی ہے؟امثلہ سے واضح کریں۔

جواب: جی ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جنس کو حال،وصف،ظرف وغیرہ سے مقید کیا جاتا ہے جیسے ھو الرجل الکریم ، ھو السائر راکبا ،ھو الامیر فی البلد اور ھو الواھب الف قنطار وغیرہ اور یہ سب استعمالات استقرا اور تراکیبِ بلغا سے معلوم ہوتے ہیں۔

سوال نمبر141: ماتن کا قول ''قد یفید'' سے کس طرف اشارہ ہے؟

جواب: یہاں ماتن نے لفظ ''قد'' سے اشارہ کیا کہ مسند کو معرف باللام لانا کبھی کبھار قصر کا مفید نہیں ہوتا اور یہ بات ذوق سلیم ، طبع مستقیم اور کلامِ عرب کی معرفت میں تجربہ کاری سے جانی جاتی ہے۔

سوال نمبر 142: مسند کو جملہ کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب: مسند کو تقویتِ حکم کے افادہ جیسے زید قام یا سببی ہونے کی بنا پر جیسے زید ابوہ قائم، جملہ لاتے ہیں۔

سوال نمبر 143: زید قام میں تقویت کا سبب کیا ہے؟ صاحب مفتاح کا موقف ذکر کریں۔

جواب: صاحبِ مفتاح کے مطابق مبتدا مسند الیہ ہونے کی بناپر کسی شے کے اسناد کا تقاضا کرتا ہے اور جب اس کے بعد کوئی آجائے جو مبتدا کی طرف مسند ہونے کے قابل ہو تو مبتدا اسے اپنی طرف پھیر لیتا ہے۔اب برابر ہے کہ وہ مسند ضمیر سے خالی ہو یا متضمن ہو پس ان کے مابین حکم منعقد ہو جائے گا۔ پھر اگر مسند ضمیر کو متضمن ہو وہ ضمیر اسے ایک بار پھر مبتدا کی طرف پھیر دے گی پس حکم قوت پائے گا۔

سوال نمبر 144: حکم کی تقویت میں شیخ عبدالقاہر کا موقف کیا ہے؟

جواب: شیخ نے حکم کی تقویت کے حوالے سے ''دلائل الاعجاز'' میں جو ذکر کیا وہ یہ ہے کہ ''کسی اسم کو عوامل سے خالی نہیں لایا جاتا مگر اس کی طرف کسی بات کو منسوب کرنا ہوتا ہے سو جب تم کہو زید تو آپ نے سامع کے دل میں ڈال دیا کہ آپ اس کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے ہیں تو یہ اس کے بارے میں خبر کی تمہید اور مقدمہ ہو گیا اور جب تم قام کہو گے تو سامع کے دل میں مانوس شے داخل ہو گی جو زیادہ ثابت اور شبہ سے زیادہ مانع ہو گی۔ حاصل کلام یہ ہے کسی چیز کی اچانک خبر دینا، تنبیہ کے بعد خبر دینے کی طرح نہیں۔

سوال نمبر 145: مسند کو جملہ اسمیہ، فعلیہ ظرفیہ اور شرطیہ کیوں لاتے ہیں؟

جواب : ان تمام کی وجوہات گزر چکی ہیں۔ہاں جملہ ظرفیہ لانے کی وجہ مذکور نہیں تو اس کی وجہ ہم بیان کر دیتے ہیں اور وہ یہ کہ جملہ ظرفیہ، جملہ فعلیہ سے مختصر ہوتا ہے اس لیے لاتے ہیں۔

سوال نمبر 146: مسند جملہ ظرفیہ ہو تو اس کا متعلق کیا ہو گا؟

جواب : اس کے متعلق میں اختلاف ہے۔ایک قول کے مطابق اس میں فعل مقدر نکلے گا اور یہ قول اصح ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ عمل میں اصل فعل ہے۔جب کہ کچھ کا گمان ہے کہ اسم فاعل مقدر ہو گا کیونکہ خبر میں اصل مفرد ہونا ہے۔

سوال نمبر 147: مسند کو موخر کیوں لاتے ہیں؟

جواب: کیونکہ مسند الیہ کا ذکر اہم ہوتا ہے اس لیے مسند کو موخر لاتے ہیں۔

سوال نمبر 148: مسند کو مقدم کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب: مسند کو مقدم لانے چار صورتیں درج ذیل ہیں۔

(1) مسند الیہ کو مسند کے ساتھ خاص کرنے کے لیئے مثلا لَا فِيۡهَا غَوۡلٌ اور لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ۔

(2) اول امر سے تنبیہ کرنے کے لیئے کہ مسند خبر ہے صفت نہیں کیونکہ صفت موصوف پر مقدم نہیں ہوتی مثلا "لہ ھمم لامنتھی لکبارھا"

(3) نیک شگون کے لیئے جیسے "سعدت بغرة وجهك الايام"۔

(4) ذکر مسند الیہ کی طرف تشویق کے لیئے مسند کو مقدم کرتے ہیں۔

جیسے: ثلاثة تشرق الدنیا ببهجتها شمس الضحیٰ وابو اسحٰق والقمر

سوال نمبر 189: "لَا فِیْھَا غَوْلٌ" اس پر وارد اعتراض اور جواب "مختصر" کی روشنی میں تحریر کریں۔

جواب: اس مقام پر تفتازانی نے جو اعتراض ذکر کیا وہ یہ ہے کہ "آپ نے کہا لَا فِیْھَا غَوْلٌ میں مسند کی تقدیم تخصیص کے لیے ہے یعنی جنت کی شراب میں سر چکرانا نہیں بخلاف دنیا کی شرابوں کے کہ اس میں یہ وصف ہے۔ حالانکہ یہاں مسند "فیھا" ظرف ہے اور مسند الیہ کا قصر اس پر نہیں بلکہ اس کے ایک جز (ضمیر مجرور) پر ہے جو خمورِ جنت کی طرف راجح ہے"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "مصنف کا مقصود یہ ہے کہ عدمِ غول متصف بفی خمور الجنة کے ساتھ خاص ہے جو اتصاف بفی خمور الدنیا کی طرف تجاوز نہیں کرتا۔ مذکورہ معنی اس صورت میں ہے جب نفی کو مسند الیہ کی جانب معتبر مانا جائے اور اگر اسے جانبِ مسند معتبر مانا جائے تب معنی ہو گا کہ غول خمورِ جنت میں عدمِ حصول کے ساتھ متصف ہے جو خمورِ دنیا میں عدم حصول کی طرف تجاوز نہیں کرتا۔

سوال نمبر 150: لَا رَیْبَ فِیْهِ، میں ظرف کو مقدم کیوں نہ کیا؟

جواب: چونکہ تقدیم مفیدِ تخصیص ہوتی ہے لہذا لا فیہ ریب نہیں کہا تاکہ اس تقدیم سے معنی یہ نہ ہو جائے کہ جب عدمِ ریب قرآن کے ساتھ خاص ہو گیا تو باقی اللہ عزوجل کی کتب میں ریب کا ثبوت ہو گا اور یہ درست نہیں۔

سوال نمبر 151: "وکثیر مما ذکر فی ھذا الباب الخ" اس عبارت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

جواب: علامہ تفتازانی نے اس کا درست مفہوم جو بیان کیا وہ یہ ہے کہ "مسند الیہ اور مسند کے دو ابواب میں جو بھی احوال بیان کیے گئے ان میں سے اکثر انہیں دو کے ساتھ مختص نہیں ہیں بلکہ فطین جب پختہ ہو جائے گا تو وہ بقیہ علم معانی کے ابواب میں بھی ان کا اعتبار کرلے گا۔

ماتن نے کثیر احوال کہا کیونکہ بعض احوال ایسے ہیں جو مذکورہ دو کے ساتھ خاص ہیں۔ مثلاً ضمیر فصل کا بیان جو مسند الیہ اور مسند کے مابین ہونے کے ساتھ خاص ہے۔ نیز اسی طرح مسند کا فعل ہونا یہ اسی احوال مسند سے خاص ہے کہ ہر فعل مسند ہی ہوتا ہے۔

احوال متعلقاتِ فعل

سوال نمبر 152: جب گزشتہ باب میں مصنف نے صراحت کر دی کہ گزشتہ احوال میں سے اکثر بقیہ ابواب میں جاری ہیں تو اس باب میں تقدیم، تاخیر، حذف وغیرہ کو ذکر کیوں کیا؟

جواب : بعض احوال کی تفصیل اس لیے ذکر کی کہ ان میں کچھ اضافی ابحاث تھیں۔

سوال نمبر 153: مصنف نے اس باب سے متعلق جو اضافی ابحاث کے لیے تمہیدی مقدمہ قائم کیا اس کا خلاصہ ذکر کریں۔

جواب: اس تمہید کا خلاصہ یہ ہے کہ فعل کا مفعول کے ساتھ وہی مقام ہے جو اس کا فاعل کے ساتھ ہے اس اعتبار سے کہ فاعل و مفعول میں سے ہر ایک کو اس کے ساتھ ذکر کرنے کی غرض اصلی یہی ہے کہ بتایا جائے کہ فعل کا جہتِ وقوع سے فاعل اور مفعول سے تعلق ہے۔ مطلقا وقوعِ فعل کا افادہ مقصود نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لیے تو اتنا ہی کہنا کافی تھا کہ ''وجد الضرب'' ان دونوں کو ذکر کرنے کی حاجت ہی نہیں تھی کہ یہ عبث ٹھہرتا؛ لہذا ثابت ہوا کہ ان دونوں کو ذکر کرنے سے غرض فعل کے تعلق کو ذکر کرنا ہے اور اس اعتبار سے فاعل و مفعول برابر ہیں۔

سوال نمبر 154: فعل متعدی کو بمنزلہ لازم کے کب رکھا جاتا ہے؟

جواب : گزشتہ تمہید سے ثابت ہو چکا کہ فاعل اور مفعول کا مرتبہ فعل کے ساتھ برابر ہے۔ اب اگر فعل متعدی ہو اور اس کے ساتھ مفعول کو ذکر نہ کیا گیا تو دو صورتیں ہیں کہ مقصود مطلقا فعل کو فاعل کے لیے ثابت کرنا یا اس سے نفی کرنا ہو گا یا نہیں۔ بصورت اول اس فعل متعدی کو بمنزلہ لازم کے اتارا گیا ہو گا اور اس صورت میں اس کا مفعول مقدر نہ نکالا جائے گا اور بصورت ثانی تقدیر واجب ہو گی۔

سوال نمبر 155: فعل متعدی کو لازم کے مرتبہ میں رکھنے کی مثال سے وضاحت کریں۔

جواب: جب غرض ہی یہی ہے کہ سامع کو فعل کا فاعل سے تعلق بیان کیا جائے تو مفعول کو مقدر نہیں مانا جائے گا۔ مثلا " ھَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ "اس آیت میں علم فعل متعدی ہے مگر اس فعل کے مفعول کو ذکر نہیں کیا گیا اور نہ مفعول کو مقدر مانا جائے گا کیونکہ یہاں مقصود فقط فعل اور فاعل کا تعلق ہے مفعول مقصود ہی نہیں ہے۔

سوال نمبر 156: وہ فعل متعدی جس کو لازم کے مرتبہ میں اتارا گیا ہو اس کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: ایسے فعل کی دو اقسام ہیں کہ فعل مطلق کو دوسرے ایسے فعل متعدی سے، جو مخصوص مفعول پر قرینہ کے ساتھ دلالت کر رہا ہے، کنایہ بنایا گیا ہوگا یا نہیں۔ثانی کی مثال فرمان باری تعالیٰ ہے "ھَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ"اس آیت میں علم فعل متعدی ہے مگر اس کو فعل لازم کے مرتبہ میں اتارا گیا ہے اور اس کو اس علم فعل سے کنایہ بھی نہیں کیا گیا جو مخصوص مفعول سے متعلق ہو۔

سوال نمبر 157: دوسری قسم کو مثال میں پہلے ذکر کیوں کیا؟

جواب: اس کا وقوع کثیر ہے اسی بنا پر اس کی خوب اہمیت ہے؛ لہذا پہلے بیان کر دیا۔

سوال نمبر 158: پہلی قسم کی مثال سے وضاحت کریں۔

جواب: اس کی مثال بختری کا معتزّباللہ کی مدح میں شعر ہے جو اس نے مستعین باللہ پر تعریض کرتے ہوئے کہا۔

شجو حسّادہ و غیظ عداہ ان یری مبصر و یسمع واع

ترجمہ: یعنی اس سے حسد کرنے والوں کا غم اور اس کے دشمنوں کا غیظ یہ ہے کہ اسے دیکھنے والا دیکھتا اور سن کر یاد کرنے والا سنتا ہے۔

اس شعر میں شاعر یہ کہتا ہے کہ اس کے دشمنوں کے لیے غیظ اور حاسدوں کے لیے غم کی بات یہی ہے کہ ممدوح کو دنیا میں دیکھنے والے اور سننے والے ہیں؛ سو وہ اپنی آنکھوں سے اس کے محاسن کو دیکھتے اور کانوں سے اس کے مستحقِ امامت ہونے پر ایسی واضح خبریں سنتے ہیں جو غیر میں نہیں ہیں۔ پس وہ اس سے خلافت میں جھگڑا کرنے کی کوئی راہ نہیں پاتے۔

سوال نمبر 159: اس شعر کا ممثل لہ پر انطباق کیسے ہوگا؟

جواب: اس میں یری اور یسمع جو فعل متعدی ہیں، ان کو لازم کے مرتبہ میں رکھا گیا کہ مطلقا فعل کا فاعل سے ثبوت مقصود ہے پھر ان دونوں افعال کو ان رویت اور سماعت کے افعال سے کنایہ کیا گیا ہے جو مخصوص مفعول سے متعلق ہے اور وہ مفعول ممدوح کے محاسن اور مستحقِ خلافت ہونے کی اخبار ہیں۔ رہا یہ کہ کنایہ کیسے ہے؟

تو عرض ہے کہ جناب شاعر نے دعویٰ کیا ہے کہ مطلق رویت اور اس کے محاسن کی رویت، اسی طرح مطلق سماع اور اس کے آثار و اخبار کے سماع کے مابین لزوم ہے۔ علاوہ ازیں اس کے آثار و اخبار شہرت و کثرت کی اس حد کو پہنچے ہوئے ہیں کہ جن کا خفا ممکن نہیں لہذا ہر دیکھنے والا انہیں دیکھتا اور ہر سننے والا انہیں سنتا ہے بلکہ دیکھنے والا اسی کے آثار ہی دیکھتا اور سننے والا اسی کی اخبار ہی سنتا ہے۔ ملزوم کو ذکر کر کے لازم مراد لینا ہی کنایہ ہے۔

سوال نمبر 160: مفعول کو حذف کرنے کی صورتیں بیان کریں۔

جواب: مفعول کو کچھ وجوہات کی بنا پر حذف کر دیتے ہیں۔

1) بیان بعد الابہام کے لیے جیسا کہ فعل مشیت و ارادہ وغیرہ میں ہوتا ہے جب وہ شرط واقع ہوں۔ مثلاً ''فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ''۔

2) مفعول کو اس لیے بھی حذف کر دیتے ہیں کہ اس کے ذکر میں متکلم کی مراد کے علاوہ کے ارادہ کا ابتداءً وہم نہ ہو۔ مثلاً شاعر کا قول ہے

و کم ذدت عنی من تحامل حادث　　　　و سورة ایام حززن الی العظم

ترجمہ: تم نے مجھ سے کتنے ہی مظالمِ زمانہ اور شدت ایام کو دفع کیا جنہوں نے ہڈی تک کاٹ دیا۔

اس میں حزن کا مفعول اللحم محذوف ہے اور اس کو اگر ذکر کرتے تو ممکن تھا کہ ابتدا میں یہ وہم ہوتا؛ کہ کاٹنا ہڈی تک نہیں ہوا بلکہ کچھ گوشت کٹا ہے اور یہ متکلم کے مقصود کے خلاف تھا اس لیے مفعول کو حذف کر دیا۔

3) حذف کی ایک وجہ یہ ہے کہ متکلم کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس مفعول کو دوبارہ اس طرح ذکر کرے کہ فعل بلاواسطہ اس کے لفظ پر واقع ہو نہ کہ اس کی ضمیر پر تا کہ فعل کے اس پر وقوع کی کمالِ عنایت کا اظہار ہو، کیونکہ اگر پہلے ذکر کر دیا جائے تو دوبارہ ذکر میں ضمیر لانی پڑے گی اور یوں دوسری بار مفعول کے ظاہر الفاظ پر فعل واقع نہ ہو گا اور کمالِ عنایت کا اظہار نہ ہو گا۔ مثلا شاعر کا قول ہے۔

قد طلبنا فلم نجد لك فی السود ذو المجد و المكارم مثلا

یعنی ہم نے تلاش کیا مگر سرداری میں تیری مثل کسی بزرگی اور عزت والے کو نہ پایا۔

اس میں طلبنا فعل کا مفعول ''مثلاً'' محذوف ہے اصل میں قد طلبنا لك مثلا تھا اگر اس کو ذکر کرتے تو مناسب یہ تھا کہ آگے فلم نجدہ کہتے اور یوں غرضِ متکلم (کہ عدمِ وجدان صراحۃً لفظ مثل پر واقع ہو) حاصل نہ ہوتی۔ نیز ممکن ہے کہ یہاں حذف کا داعی ایک اور امر ہو اور وہ یہ کہ تادیب میں مبالغہ مقصود ہو کہ ممدوح کی مثل تلاش کرنے کا صراحۃً اقرار نہ کیا جائے حتی کہ گویا متکلم کہتا ہے کہ ممدوح کی مثل کا وجود ممکن ہی نہیں کہ اسے طلب کیا جائے کیونکہ عاقل اسی شے کو طلب کرے گا جس کا وجود جائز ہو۔

4)تعمیم مع الاختصار کے لیے بھی حذف کر دیتے ہیں مثلاً کسی کو کہنا ''قد کان منك ما یؤلم'' کہ تجھ سے ایک بات تکلیف دیتی ہے تو اس کا مفعول ''کل احد'' کو حذف کر دیا تاکہ تعمیم کے ساتھ ساتھ اختصار بھی حاصل ہو۔اللہ عزوجل کا فرمان ''وَ اللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ''کا مفعول '' جمیع عبادہ'' میں حذف کا داعی یہی ہے۔البتہ پہلی مثال میں عموم مبالغہ کے طور پر تھا جبکہ یہاں تحقیقی ہے۔

5)فقط اختصار مقصود ہوتا ہے تب مفعول کو حذف کرتے ہیں۔ مثلاً اصغیت الیہ اس کا مفعول ''اذنی '' محذوف ہے۔اسی طرح فرمان باری تعالٰی ہے '' رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ''اس میں مفعول ''ذاتك'' محذوف ہے۔

6)فاصلہ کی رعایت کے لیے حذف کر دیتے ہیں مثلاً '' مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ''اصل میں ''ماقلاك'' تھا۔

7)مفعول کا ذکر ناپسندیدہ اور قبیح ہوتا ہے اس لیے حذف کر دیتے ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے '' ما رایت منه و لا رای منی ''یعنی نہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیکھا اور نہ انہوں نے مجھ سے دیکھا، تو یہاں رویت کا مفعول '' الستر'' محذوف ہے۔

سوال نمبر 161: ماتن کے قول '' بخلاف ما اذا کان غریبا'' اس کی وضاحت کریں۔

جواب: مصنف نے مفعول کے حذف کی صورتیں بیان کرتے ہوئے کہا کہ فعل مشیت و ارادہ میں مفعول کو حذف کرتے ہیں جبکہ یہ شرط واقع ہوں تو ایک شرط یہ

بھی بیان کی کہ ان کا متعلق اور مفعول فعلِ غریب نہ ہو ورنہ حذف نہ کیا جائے گا۔ اس کی مثال شاعر کا قول ہے۔

ولو شئت ان ابکی دما لبکیتہ علیہ ولکن ساحۃ الصبر اوسع

ترجمہ: اگر میں اس پر خون کے آنسو رونا چاہتا تو ضرور روتا مگر صبر کا میدان وسیع ہے۔

تو اس میں شاعر نے شئت فعلِ شرط کا مفعول "ان ابکی دما" کو حذف نہ کیا کیونکہ خون کے آنسو ایک غریب شے ہے تو اس کا ذکر سامع کے ذہن میں پختہ کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اس سے مانوس ہو جائے۔

سوال نمبر 162: شاعر کا قول ہے

فلو شئت ان ابکی بکیت تفکرا فلم یبق منی الشوق غیر تفکری

اس شعر کا ترجمہ کریں اور اس میں کیا اختلاف ہے؟ اور درست موقف کیا ہے؟

جواب: شعر کا ترجمہ ہے "سوائے تفکر کے میرے شوق سے کچھ نہ بچا، تو اگر میں رونا چاہوں تو تفکر سے ہی رو سکوں گا"۔

یہاں فعل مشیت شرط بن رہا ہے تو اس کا مفعول محذوف ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، صدر الافاضل نے "ضرام السقط" میں قرار دیا کہ یہاں چونکہ فعلِ مشیت کا مفعول مذکور ہے، محذوف نہیں تو اس کی وجہ اس مفعول کا غریب ہونا ہے۔ کہ یہاں تفکر کا رونا مراد ہے جو کہ غریب فعل ہے۔

مصنف نے کہا کہ یہ اس باب سے ہے ہی نہیں کہ مفعول کو غریب ہونے کی وجہ سے حذف نہیں کیا گیا بلکہ یہاں تو مفعول غریب نہیں ہے لہذا قاعدہ کے مطابق حذف ہے کیونکہ اول بکاء سے مراد بکاء حقیقی ہے نہ کہ بکاء فکری اور مطلب یہ ہے کہ اگر میں حقیقۃً رونا چاہوں تو نہیں رو سکتا کیونکہ آنکھوں میں آنسو خشک ہو چکے بلکہ بکاء فکری ہی کر سکوں گا۔

سوال نمبر 163: مفعول اور اس کے ملحقات مثلا ظرف، جار مجرور اور حال وغیرہ کو فعل پر کب مقدم کیا جاتا ہے؟

جواب: جب تعیین میں خطا کو رد کرنا ہو تب مفعول یا اس کے ملحقات کو مقدم کیا جاتا ہے۔ مثلا زیدا عرفت یہ اس کو کہا جائے گا جو جانتا ہے کہ متکلم کسی انسان کو جانتا ہے اور یہ بھی کہ وہ زید کے علاوہ کوئی اور ہے۔ کبھی مفعول کی تقدیم اس لیے بھی ہوتی کہ اشتراک میں خطا کو رد کیا جائے مثلا زیدا عرفت اس کو کہنا جو اعتقاد رکھے کہ تو زید اور عمر کو جانتا ہے اور اس صورت میں تاکید وحدہ سے لگائی جاتی ہے جیسے زیدا عرفت وحدہ۔

سوال نمبر 164: مازیدا ضربت و لا غیرہ'' اسی طرح'' ما زیدا ضربت و لکن اکرمتہ'' ان دونوں جملوں میں کیا خرابی ہے؟

جواب: چونکہ مفعول کی تقدیم تعیینِ مفعول میں خطا کو رد کرنے کے لیے آتی ہے اسی وجہ سے یہ دونوں جملے درست نہیں کیونکہ اول میں مفعول کی تقدیم بتا رہی ہے کہ ضرب زید کے علاوہ پر پڑی ہے اور '' لاغیرہ '' کا لفظ اسی کی نفی کر رہا ہے تو یہاں تقدیم کا مفہوم، لا غیرہ کے منطوق کے مخالف ہے۔ اسی طرح دوسرے جملے

میں ہے کہ وہاں کلام کرنے کا مقصود و مبنٰی یہ نہیں کہ فعل میں خطا ہو گئی کہ وہ ضرب کی جگہ اکرام تھا بلکہ خطا مضروب کی تعیین میں ہے؛ تو درست یوں تھا کہ ''ما زیدا ضربت ولکن عمرا''۔

سوال نمبر 165: ''زیدا عرفتہ'' میں بھی مفعول کی تقدیم ہے مگر تخصیص نہیں ہے؟

جواب: جب اشتغال کی صورت ہو گی تب مفعول کی تقدیم تاکید کے لیے ہو گی یا تخصیص کے لیے اس میں تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ اگر زیدا سے قبل فعل مقدر مفسر محذوف مانا جائے گا تب تو یہ تقدیم تاکید کے لیے ہو گی مثلا ''عرفت زیدا عرفتہ'' اور اگر منصوب کے بعد مانا جائے تو تخصیص ہو گی یعنی ''زیدا عرفت عرفتہ'' کیونکہ محذوفِ مقدر مذکور کی طرح ہوتا ہے تو اس پر تقدیم، مذکور پر تقدیم کی طرح ہے کہ اختصاص کا فائدہ دے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ''زیدا عرفتہ'' میں دو معنی کا احتمال ہے اور تعیین قرائن سے ہو گی۔

سوال نمبر 166: آیت کریمہ ''وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ'' میں ایک قرات شاذہ ثمود کے نصب کے ساتھ ہے تو کیا اس صورت میں یہ زیدا عرفتہ کی طرح دونوں معنی کی محتمل ہو گی؟

جواب: مصنف نے کہا یہ آیت فقط تخصیص کا ہی فائدہ دے گی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مفعول سے قبل فعل مقدر ماننا ممتنع ہے کیونکہ اس صورت میں اما اور فا کے مابین فاصلہ ضروری ہے جو کہ ممکن نہ ہو گا۔

سوال نمبر 167: مفعول کے علاوہ بقیہ ملحقات کی تقدیم کا بیان نہیں ہوا؛ اس کو بھی امثلہ سے بیان کریں۔

جواب: جس طرح مفعول کی تقدیم مفیدِ تخصیص ہے اسی طرح بقیہ مفعول کے ملحقات کی تقدیم میں بھی تخصیص حاصل ہو گی مثلاً جار مجرور بزید مررت، ظرف یوم الجمعة سرت، فی المسجد صلیت، مفعول مطلق تادیبا ضربته، حال ماشیا حججت تو ان سب میں تقدیم تخصیص کا فائدہ دے رہی ہے۔

سوال نمبر 168: مصنف کے قول " والتخصیص لازم للتقدیم غالبا " کی وضاحت کریں اور غالبًا کی قید کا فائدہ ذکر کریں۔

جواب: مصنف اس عبارت میں فرما رہے ہیں کہ تخصیص عموماً تقدیم کو لازم ہے یعنی مفعول اور اس کی مثل کی تقدیم جہاں ہو گی تو اکثر صورتوں میں تخصیص پائی جائے گی اس کا انفکاک نہ ہو گا اور اس پر استقرا کی شہادت اور ذوق کا حکم موجود ہے۔ غالبًا کی قید مصنف نے اس وجہ سے لگائی کہ لزوم کلی کا ثبوت نہیں کیونکہ تقدیم کی اور بھی اغراض ہوتی ہیں مثلاً فقط اہتمام، تبرک، استلذاذ، سامع کے کلام کی موافقت، ضرورتِ شعری، سجع، قافیہ اور فاصلہ کی رعایت وغیرھا امور ہیں۔ مثلاً اللہ عزوجل کا یہ فرمان " خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ " اسی طرح " وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ " یوں ہی " فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْ "۔ اسی طرح " وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ " اس طرح کی بہت سی امثلہ ہیں؛ جہاں تخصیص کا اعتبار کرنا بالکل مناسب نہیں۔

سوال نمبر 169: مفعول کی تقدیم تخصیص کا فائدہ دیتی ہے اور یہ تقدیم کو لازم ہے اس پر کچھ امثلہ بھی دیں۔

جواب: جی ایسی بہت سی قرآنی امثلہ ہیں جہاں تقدیمِ مفعول سے تخصیص حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً فرمان باری ہے "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" اس کا معنی ہے کہ ہم تجھے عبادت اور استعانت کے ساتھ اس معنی میں کہ موجودات کے مابین تجھے اس کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور تیرے غیر کی نہ عبادت کرتے اور نہ ہی اس سے مدد چاہتے ہیں۔ دوسری مثال "لَاِ۟اِلَی اللّٰہِ تُحۡشَرُوۡنَ" اس کا معنی ہے اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے نہ کہ اس کے غیر کی طرف۔

سوال نمبر 170: کیا مفعول اور ان کے ملحقات کی تقدیم؛ تخصیص کے علاوہ بھی کوئی فائدہ دیتی ہے؟

جواب: جی ہاں مذکورہ تمام صورتوں میں تقدیم تخصیص کے بعد مقدم کی اہمیت کو بھی اجاگر کرتی ہے کیونکہ اہل عرب اسی کو مقدم کرتے جس کا معاملہ اہم ہو۔ اسی وجہ سے بسم اللہ میں فعل کو موخر مقدر مانتے ہیں یعنی بسم اللہ افعل تاکہ اختصاص کے ساتھ ساتھ اہمیت بھی اجاگر ہو کیونکہ مشرکین اپنے باطل معبودوں کے نام سے ابتدا کرتے ہوئے کہتے باسم اللات، باسم العزّیٰ تو موحد اسم اللہ کو ابتدا کے ساتھ اہمیت اجاگر کرنے اور ان کے رد کے لیے مخصوص کرنے کا ارادہ کرے گا۔

سوال نمبر 171: اگر تقدیم تخصیص کے ساتھ ساتھ مفید اہتمام ہوتی تو ضروری تھا کہ "اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ" میں بھی تقدیم ہوتی کیونکہ کلام اللہ رعایت کا زیادہ حق رکھتا ہے؟

جواب: اس کے چند جواب ہیں۔اول جواب صاحب کشاف نے دیا کہ اگرچہ فی نفسہ اللہ عزوجل کا ذکر اہم ہے مگر یہاں مقام؛ مقامِ قرات ہے کہ یہ نازل ہونے والی اول سورت ہے تو قرات کا حکم اس عارض کی وجہ سے اہم ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ "بِاسْمِ رَبِّكَ" یہ دوسرے اِقْرَاْ کے متعلق ہے یعنی یہ مابعد والے اِقْرَاْ کے متعلق ہے اور پہلے اِقْرَاْ کا معنی ہے "اوجد القراۃ" یعنی آپ قرات کو وجود دیں یعنی قرات کریں۔اس میں "فلان یعطی" کی طرح کسی مقرؤبہ کا اعتبار نہیں ہے۔یہ جواب صاحب مفتاح نے دیا ہے۔

سوال نمبر 172: فعل کے بعض معمولات کو بعض پر مقدم کرنے کی کچھ وجوہات بیان کریں؟

جواب: فعل کے معمولات میں سے ایک کو دوسرے پر مقدم کرنے کی چار وجوہات درج ذیل ہیں۔

1) اصل اس کی تقدیم ہی ہوتی ہے اور اصل سے عدول کا مقتضی نہیں ہوتا؛اس لیے مقدم کرتے ہیں۔مثلاضرب زید عمروا میں فاعل کی مفعول پر تقدیم اور اعطیت زیدا درھما میں مفعول اول کی ثانی پر تقدیم اسی وجہ سے ہے۔

2) اس کا ذکر اہم ہوتا ہے اس لیے مقدم کیا جاتا ہے مثلا قتل الخارجی فلان کہ یہاں مفعول کی فاعل پر تقدیم اس وجہ سے ہے کہ قتل میں اہم مقتول خارجی ہے کہ اس کے شر سے لوگوں نے چھٹکارہ پایا۔

3)اس کی تاخیر میں بیانِ معنی میں خلل ہو گا اس لیے مقدم کر دیتے ہیں مثلا فرمان باری تعالیٰ ''وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗٓ''(المؤمن:28)میں جار مجرور مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ کو مقدم کیا کیونکہ اگراس کو یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗٓ سے موخر کریں تو یہ وہم ہوتا کہ یہ یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗٓ کا صلہ ہے اور متکلم کا مقصود کہ وہ شخص اہل فرعون سے تھا،اس میں خلل واقع ہوتا کیونکہ تاخیر کی صورت میں معنی ہوتا ایک مومن مرد نے کہا جو اپنے ایمان کو آل فرعون سے چھپاتا تھا۔

حاصل کلام یہ کہ اس آیت میں اس کے تین اوصاف ذکر کیے گئے،اول اس کا مومن ہونا،ثانی اس کا آل فرعون سے ہونا اور ثالث اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھنا ؛تو اول کو ثانی پر اس لیے مقدم کیا کہ وہ زیادہ شرف اور فضیلت والا ہے اور ثانی کو ثالث پر اس لیے مقدم کیا تا کہ خلافِ مقصود کا وہم نہ ہو۔

4)اس کی تاخیر میں تناسب جیسے رعایتِ فاصلہ وغیرہ میں خلل ہوتا ہے اس لیے مقدم کر دیتے ہیں۔ مثلا '' فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی '' (طہ:67) یہاں جار مجرور اور مفعول کی فاعل پر تقدیم ہے کیونکہ اگر موخر کریں تو فاصلہ میں خلل ہو گا کہ آیات کے فواصل الف پر مبنی ہیں۔

قصر کا بیان

سوال نمبر 173: قصر کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟

جواب: قصر لغوی معنی ''الحبس''یعنی روکنا۔

اور اصطلاحی معنی مخصوص طریقے سے ایک شئے کو دوسری کے ساتھ خاص کرنا ہے۔

سوال نمبر 174: ابتدا میں قصر کی کتنی اور کون کون سی اقسام ہیں؟

جواب: ابتداًاس کی دو قسمیں ہیں۔

1) قصر حقیقی: ایک شئے کو دوسری کے ساتھ اس طرح خاص کرنا کہ وہ نفس الامر میں اصلاًاس کے غیر کی طرف تجاوز نہ کرے۔ جیسے "لا الہ الا اللہ"

2) قصر غیر حقیقی یا اضافی: ایک شئے کو دوسری کے ساتھ اس طرح خاص کرنا کہ کسی دوسری شئے کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہ غیر کی طرف تجاوز نہ کرے۔ جیسے "مازید الاقائم"۔

سوال نمبر 175: قصر الموصوف علی الصفۃ اور قصر الصفۃ علی الموصوف کی وضاحت کریں۔

جواب: قصر حقیقی اور اضافی میں سے ہر ایک پھر دو قسمیں ہیں۔

(1) قصر الموصوف علی الصفۃ: یہ ہے کہ موصوف اس صفت سے کسی دوسری صفت کی طرف تجاوز نہ کرے لیکن یہ جائز ہے کہ وہ صفت کسی دوسرے موصوف کی ہو۔ جیسے "مازید الاکاتب" جب کہ وہ کتابت کے علاوہ کسی چیز سے متصف نہ ہو

(2)قصر الصفۃعلی الموصوف: یہ ہے کہ وہ صفت اس موصوف سے دوسرے موصوف کی طرف تجاوز نہ کرے لیکن یہ جائز ہے کہ اس موصف کی دوسری صفات ہوں۔ جیسے "مافی الدار الازید"۔

سوال نمبر 176: قصر میں صفت سے کیامراد ہے؟

جواب: یہاں صفت سے مراد صفتِ معنویہ یعنی قائم بالغیر ہے نہ کہ نحوی صفت یعنی وہ تابع جو اپنے متبوع میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرے اور شمول نہ ہو۔

سوال نمبر 177: مذکورہ دونوں معنی میں کون سی نسبت ہے؟

جواب: دونوں میں نسبت عموم خصوص من وجہ ہے کیونکہ ان کے مابین ایک مادہ اجتماعی ہے جیسے ''اعجبنی ھذا العلم''اور دو مادہ افتراقی ہیں جیسے ''العلم حسن ''اور ''مررت بھذا الرجل''۔

سوال نمبر 178: ''والاول من الحقیقی لا یکاد یوجد''اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: مصنف یہاں یہ بتارہے ہیں کہ قصر الموصوف علی الصفۃ حقیقی جیسے مازید الا کاتب جب کہ متکلم کا مقصود یہ ہو کہ وہ کتابت کے علاوہ کسی شے سے متصف نہ ہو، یہ قسم پائی ہی نہیں جاتی کیونکہ کسی شے کی تمام صفات کا احاطہ متعذر ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو ثابت کیا جائے اور ماعدا کی بالکلیہ نفی کر دی جائے بلکہ یہ تو محال ہے کیونکہ جس صفت کی نفی کی جائے گی اس کی نقیض بھی ہو گی اور وہ

نقیض ایسی صفت ہے کہ جس کی نفی ممکن نہیں ورنہ اجتماع نقیضین ہو گا؛ کیونکہ جب ہم کہیں ''ما زید الا کاتب''اور مراد یہ ہو کہ وہ کتابت کے علاوہ کسی صفت سے متصف نہیں تو لازم آئے گا کہ وہ قیام اور اس کی نقیض دونوں سے متصف نہ ہو اور یہ محال ہے۔

سوال نمبر179: والثانی کثیر''اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: مصنف فرمارہے ہیں کہ قصر الصفة علی الموصوف حقیقی کا وجود کثیر ہے مثلا مافی الدار الازید کا معنی ہو گا کہ معین گھر میں ہونا زید کے ساتھ خاص ہے، کسی اور کو حاصل نہیں اور یہ بلاریب درست ہے۔ البتہ بعض اوقات بقیہ بھی اس صفت میں شریک تو ہوتے ہیں مگر بطورِ مبالغہ معین موصوف کے ساتھ ہی صفت کو خاص کر دیتے ہیں۔ گویا کہ باقی موصوف کالعدم ہیں اور کسی شمار اور گنتی میں نہیں مثلا" مافی الدار الازید" سے متکلم کا مقصود یہ ہو کہ سوائے زید کے جو بھی گھر میں ہے وہ بمنزلہ عدم کے ہے لہذا اب یہ قصر حقیقی ادعائی ہو جائے گا۔

سوال نمبر180: قصر افراد، قلب اور تعیین کی امثلہ سے وضاحت کریں۔

جواب: **قصرِ افراد**: یہ ہے کہ مخاطب دو اشیاء کے ایک حکم میں اشتراک کا اعتقاد رکھتا ہے تو اس کے اعتقاد کو رد کرنے کے لیے ایک شئ کو حکم کے ساتھ خاص کرنا قصرِ افراد کہلاتا ہے۔ جیسے "لاالہ الااللہ"اس میں مشرکین کے شرکت کے اعتقاد کو رد کر دیا گیا ہے۔

قصرِ قلب: یہ ہے کہ مخاطب کسی شئے کو حکم کے ساتھ خاص جانتا ہے تو اس کی نفی کرنے کے لیے؛ دوسری شئے کو حکم کے ساتھ خاص کرنا قصرِ قلب کہلاتا ہے۔ جیسے مخاطب کا اعتقاد ہے کہ زید بیٹھا ہے تو اس کو کہنا کہ "مازید الا قائم"

قصرِ تعیین: یہ ہے کہ مخاطب دو امروں میں متردِّد ہو کہ اس میں کون سا حکم ثابت ہے تو اس کی رہنمائی کرتے ہوئے اس کو ایک امر کے ساتھ خاص کر دینا قصرِ تعیین کہلاتا ہے۔ جیسے "انما المنطلق زید"

سوال نمبر181: لفظ دون کا معنی حقیقی اور مجازی کیا ہے؟

جواب: دون اصل میں "ادنیٰ مکان من الشئی "یعنی کسی چیز سے نیچے کی جگہ میں ہونا، کے لیے ہے مثلا کہا جاتا ہے "ھذا دون ذاك "یعنی یہ اس سے نچلے مکان میں ہے۔ پھر احوال و مراتب میں تفاوت کے لیے اسے بطور استعارہ استعمال کیا جانے لگا۔ پھر اس میں مزید وسعت کی گئی اور ہر اس شے کے لیے استعمال ہونے لگا جو ایک حد سے دوسری حد تک تجاوز کر جائے یا ایک حکم سے دوسرے حکم تک بڑھ جائے۔

سوال نمبر182: قصر افراد، قلب اور تعیین کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: قصر الموصوف علی الصفۃ جب قصر افراد ہو تو اس میں دونوں اوصاف میں تنافی کا نہ ہونا شرط ہے تاکہ مخاطب کا یہ اعتقاد درست ٹھہرے کہ موصوف دونوں میں شریک ہے اور پھر متکلم کا ایک صفت کی نفی کرنا صحیح ہو مثلا ما زید الا شاعر لا کاتب او منجما اگر کاتب اور منجم کی جگہ مفحم ہو تو مخاطب کا اعتقادِ

شرکت درست نہ ہو گا کیونکہ مفحم غیر شاعر کو کہتے ہیں جو شاعریت کے منافی صفت ہے۔

جب قصر الموصوف علی الصفۃ قصر قلب ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ دونوں وصفوں میں تنافی ہو تاکہ منفی صفتِ ثابتہ کے منافی ہو سکے مثلا ما زید الا قائم لا قاعد او مضطجعا وغیرہ اوصاف ہوں تاکہ وہ قیام کے منافی ہو۔

اور قصر تعیین میں دونوں وصفوں میں تنافی یا عدم تنافی کی کوئی شرط نہیں بلکہ یہ اعم ہے لہذا قصر افراد اور قلب میں سے ہر ایک کی مثال قصر تعیین کی مثال بن سکتی ہے مگر اس کا عکس نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر 183: قصر قلب کی جو شرط مصنف نے بیان کی اس پر علامہ تفتازانی نے کیا اعتراض کیا ہے؟

جواب: علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ قصر قلب میں ماتن نے جو تنافی کی شرط لگائی یہ ضائع ہے کیونکہ "ما زید الا شاعر" اس مخاطب کو کہنا جو اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ کاتب ہے شاعر نہیں، قصر قلب ہے جیسا کہ صاحب مفتاح نے اس کی صراحت کی ہے حالانکہ شعر و کتابت میں تنافی نہیں ہے اور مصنف کے مطابق تو یہ قصر کی اقسام سے خارج ہو جائے گا۔ لہذا صاحب مفتاح نے اس شرط کو ترک کر کے اچھا کیا۔

سوال نمبر 184: قصر کے کتنے اور کون کون سے طریقے ہیں؟

جواب: مصنف نے قصر کے چار طرق بیان کیے۔

1)عطف جیسے ما زید کاتبا بل شاعر یازید شاعر لا کاتب یہ قصر افراد کی مثال ہے اور قصر قلب جیسے زید قائم لا قاعد اور ما زید قائما بل قاعد۔

2) نفی اور استثناء جیسے قصر افراد ما زید الا شاعر اور قصر قلب ما زید الا قائم۔

3)انّما جیسے قصر افراد انّما زید کاتب اور قصر قلب جیسے انما زید قائم۔

4)تقدیم یعنی جس کا حق تاخیر ہو اسے مقدم کرنا جیسے خبر کی مبتدا پر اور معمولات کی فعل پر تقدیم، مثلاً تمیمیّ انا۔

سوال نمبر 185: انّما قصر کا فائدہ کیسے دیتا ہے؟ نیز ماتن نے اس کے مفید قصر ہونے پر دلائل کیوں ذکر کیے؟

جواب: انّما چونکہ ما اور الّا کے معنی کو متضمن ہے اس لیے اس میں قصر کا معنی پایا جاتا ہے۔ ماتن نے اس کے مفیدِ قصر ہونے پر تین دلائل ذکر کیے کیونکہ علما کا اس کے مفیدِ قصر ہونے اور ما اور الّا کے معنی کو متضمن ہونے میں اختلاف تھا۔

سوال نمبر 186: انّما کے مفید قصر ہونے پر ماتن کے تین دلائل کا خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: ماتن نے اپنے موقف پر تین دلائل ذکر کیے ان میں سے پہلی دلیل اللہ عزوجل کا فرمان ہے ''اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ'' مفسرین نے فرمایا اس کا معنی ہے ما حرّم علیکم الّا المیتۃ؛ لہذا پتا چلا کہ انّما حصر کے لیے آتا ہے اور یہ ما اور الّا کے معنی میں ہوتا ہے۔

سوال نمبر 189:" انّما حرّم علیکم المیتۃ" میں کتنی قراتین ہیں؟ اور مصنف کااستدلال کون سی قرات سے ہے؟

جواب: اس میں تین قراتین ہیں۔اول یہ کہ حرّم فعل معروف ہو اور المیتۃ منصوب ہواور مفعول بہ بنے۔

ثانی یہ کہ حرّم فعل معروف ہواور المیتۃ مرفوع ہواور انّ کی خبر بنے۔

ثالث یہ کہ حرّم فعل مجہول ہواور المیتۃ مرفوع ہواور نائب الفاعل بنے۔

مصنف کااستدلال پہلی قرات سے ہے۔

سوال نمبر 188: ماتن کی اپنے موقف پر دوسری دلیل کیا ہے؟

جواب: ماتن نے دوسری دلیل نحویوں کا قول ذکر کیا کہ وہ کہتے ہیں "انّما" اپنے مابعد مذکور کوثابت کرنے اور ماسوا کی نفی کے لیے آتا ہے۔اس سے بھی سمجھ آتا ہے کہ یہ قصر کا مفید ہے۔ مثلاًقصر الموصوف میں انما زید قائم میں قیام زید کا اثبات ہے اور قیام کے ماسوا کی نفی ہے۔ قصر الصفتۃ میں جیسے انّما یقوم زید میں زید کے قیام کااثبات اوراس کے علاوہ عمرو، بکر سے قیام کی نفی ہے۔

سوال نمبر 189: ماتن نے انّما کے مفید حصر ہونے پر تیسری دلیل کیا دی؟

جواب: تیسری دلیل کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ قاعدہ ہے ضمیر منفصل وہاں استعمال کی جائے گی جہاں ضمیر متصل متعذر ہو جائے تو اس قاعدہ کی روشنی میں دیکھیں تو انّما کے ساتھ ضمیر منفصل لانا صحیح ہے جیسے انّما یقوم انا تو پتا چلا یہاں

تعذر تھا جبھی انفصال جائز ہوا اور تعذر اسی وقت ہو گا جب انّما ، ما اور الاّ کے معنی میں ہو اور اس کا معنی مایقوم الا انا ہو۔

سوال نمبر 190: آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ انّما کے بعد ضمیر منفصل لانا جائز ہے ؟

جواب: ماتن نے اپنے موقف پر بطور استشہاد اس کا شعر پیش کیا جس کے کلام سے استشہاد صحیح ہے اور وہ فرزدق ہے۔اس کا شعر ہے ،

انا الذائد الحامی الذما و انّما یدافع عن احسابھم انا او مثلی

ترجمہ: میں دفاع کرنے والا اور اپنے عہد کا محافظ ہوں اور بلاشبہ میں اور میری مثل شخص ہی اپنی قوم کے حسب و نسب کا دفاع کرتا ہے۔

اس شعر میں فرزدق انّما کے بعد انا ضمیر کو منفصل اور عامل سے جدا لے کر آیا تو اس سے پتا چلا ایسا کرنا جائز ہے۔

سوال نمبر 191: قصر کے طرق اربعہ میں کتنی اور کون کون سی جہت سے اختلاف ہے ؟ خلاصہ تحریر کریں۔

جواب: یہ چاروں طرق قصر کا فائدہ دینے میں متحد ہیں مگر چار اعتبارات سے ان میں باہم اختلاف ہے۔جو کہ درج ذیل ہے۔

وجہ اول: تقدیم کی قصر پر دلالت مفہومِ کلام سے ہے یعنی ذوق سلیم کا مالک غور کرے گا تو اسے قصر سمجھ آئے گا جب کہ بقیہ تین طریقوں کی وضع ہی قصر کے لیے ہوئی ہے۔

وجہ ثانی: اختلاف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عطف کے طریقے میں اصل یہ ہے کہ امرِ مثبت اور منفی پر نص ہو گی اور اسے ترک نہ کیا جائے گا مگر جب اطناب کا اندیشہ ہو۔ مثلاً جب کہا جائے زید یعلم النحو و العروض و التصریف تو اس کے جواب میں قصر کرنے والا یوں کہے گا زید یعلم النحو لا غیر جبکہ باقی تین طرق میں اصل یہی ہے کہ فقط مثبت پر نص ہو۔

وجہ ثالث: لا عاطفہ کے ساتھ نفی، نفی واستثناء کے طریقے کے ساتھ جمع نہیں ہو گی۔ لہذا یوں کہنا درست نہیں ما زید الا قائم لا قاعد، اس طرح کی ترکیب کبھی مصنفین کے کلام میں واقع ہو جاتی ہے۔ اور لا عاطفہ کے نفی واستثنا کے ساتھ استعمال نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لا عاطفہ سے منفی امر کی شرط یہ ہے کہ وہ منفی اس سے پہلے کسی اور ادواتِ نفی سے منفی نہ ہو اور یہ شرط نفی واستثنا میں مفقود ہے۔ جب کہ باقی تین طرق کے ساتھ لا عاطفہ کی نفی جمع ہو جاتی ہے پس کہا جائے گا انّما انا تمیمی لا قیسیّ اور ھو یاتینی لا عمرو، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں نفی کی صراحت نہیں ہوتی۔

وجہ رابع: قصر کے طرق اربعہ میں اختلاف کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ نفی واستثنا کی اصل یہ ہے کہ جس حکم کے لیے ان کو استعمال کیا گیا وہ ایسا ہو جس سے مخاطب لا علم ہو اور اسکا منکر ہو جب کہ انّما میں اصل یہ ہے کہ اس میں مستعمل حکم مخاطب کے

علم میں ہو اور وہ اس کا منکر بھی نہ ہو۔ مثلاً دور سے دکھنے والی شبیہ کو دیکھ کر مخاطب کو کہنا ما ھو الا زید جب کہ اس کا اعتقاد ہو کہ وہ شبیہ زید کے علاوہ کی ہے اور وہ اس پر مصر ہو۔ اسی طرح انّما کی اصل کی مثال یہ ہے کہ انّما ھو اخوك یہ اس کو کہا جائے گا جو اس بات کو جانتا اور مانتا بھی ہے اور متکلم کا مقصود یہ ہے کہ وہ مخاطب کو اپنے بھائی پر مشفق بنادے۔

سوال نمبر 192: وجہ رابع میں نفی و استثنا کی جو اصل بیان کی گئی اس کے خلاف کی صورت بمع مثال ذکر کریں۔

جواب: بعض اوقات کسی اعتبار مناسب کی بنا پر معلوم کو بمنزلہ مجہول کے کر دیا جاتا ہے اور اس میں نفی و استثنا کا طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ اسکی ماتن نے دو امثلہ، ایک قصر افراد اور دوسری قصر قلب سے ذکر کی۔

پہلی مثال:"وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ "یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت کے ساتھ خاص ہیں اور ہلاکت سے بری ہونے کی طرف تجاوز نہیں کرتے۔ اس کلام کا مخاطب صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے جو جانتے تھے کہ آپ رسول ہیں اور رسالت و تبری عن الھلاک کے جامع نہیں ہیں مگر چونکہ وہ آپ کی وفات کو ایک عظیم معاملہ سمجھتے تھے تو ان کے اس معاملہ کو عظیم سمجھنے کو، ان کے انکار کے قائم مقام کر دیا گیا گویا وہ اس کا انکار کرتے ہیں اور نفی و استثنا کو یہاں استعمال کیا گیا۔

مثال ثانی: فرمان باری تعالی ہے" اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا "(ابراہیم:10)اس کے مخاطب انبیا علیہم السلام ہیں جو اپنے بشر ہونے کے منکر نہ تھے مگر انہیں منکرین کے مرتبے میں اتار دیا گیا کیونکہ کفار یہ کہتے تھے کہ رسول بشر نہیں ہو سکتا اور اس کے

جواب میں یہ مخاطبین اپنے دعویٰ رسالت پر اصرار کرتے تھے پس ان کفار نے انہیں بشریت کے منکرین کے مرتبہ میں اتار دیا، کیونکہ وہ یہ فاسد اعتقاد رکھتے تھے کہ رسالت اور بشریت میں تنافی ہے اور کہا" اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا "یعنی تم بشریت کے ساتھ خاص ہو، تمہارے لیے وصفِ رسالت نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر 194: مذکورہ آیت میں قصر کی تقریر پر ایک سوال ہوتا ہے کہ انبیا اور رسل نے بھی تو کفار کو کہا" اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "اور یوں انہوں نے بشریت پر اقتصار کا اعتراف کر کے تسلیم کر لیا کہ ان سے رسالت منتفی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

جواب: ماتن نے اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا" کہ مخاطبین رسل کا یہ قول خصم کے بعض مقدمات کو تسلیم کر کے ارخاء عنان اور مجاراتِ خصم کے باب سے ہے۔ (مجارات کا معنی ہے خصم کے ساتھ تھوڑی دیر چلنا) تاکہ خصم اپنی لغزش پر مطلع ہو سکے۔ یہ کام اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ خصم کو خاموش کرانا ممکن ہو سکے۔ اس کلام کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے انتفاء رسالت کو تسلیم کر لیا۔ اس جواب کی روشنی میں آیت کا مفہوم یہ بنا کہ رسل نے کہا تمہارا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم بشر ہیں، حق ہے ہم اس کے منکر نہیں مگر بشر ہونا اس بات کے منافی نہیں کہ اللہ عزوجل ہم پر رسالت کے ساتھ احسان فرمائے لہٰذا انہوں نے اپنے لیے بشریت کو ثابت کیا۔ اب رہا یہ کہ انہوں نے قصر کے طریقے پر بشریت کو ثابت کیوں کیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی وجہ خصم کے کلام کی موافقت ہے۔

سوال نمبر 195: وجہ رابع میں انمّا کی جو اصل بیان کی اس کے خلاف کی صورت بمع مثال بیان کریں۔

جواب: انمّا کی اصل تو یہی ہے کہ وہ ایسے امر میں استعمال ہو گا جو مخاطب کو معلوم ہو مگر بعض اوقات مجہول امر کو معلوم کے مرتبہ میں رکھ کر بھی وہاں انمّا کو استعمال کر لیتے ہیں۔اس کی مثال اللہ عزوجل کا وہ فرمان ہے جو یہود سے حکایت فرمایا کہ '' اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ''اس میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ ان کا مصلح ہونا ایسا ظاہر امر ہے جس سے مخاطب لاعلم نہیں ہو سکتا اور اس کا انکار نہیں کر سکتا۔اسی وجہ سے ان کا رد کثیر تاکیدات کے ساتھ آیا کہ فرمایا'' اَلَاۤ اِنَّهُمۡ هُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ''غور کریں یہاں کتنی تاکیدات ہیں!

1)جملہ اسمیہ جو ثبوت پر دال ہے۔

2)خبر کا معرفہ لانا جو حصر پر دال ہے۔

3)ضمیر فصل درمیان میں لانا جو اس حصر کو مزید موکد کر رہی ہے۔

4)کلام کے شروع حرفِ تنبیہ لائے جو دال ہے کہ مضمونِ کلام انتہائی اہم اور خصوصی توجہ کا مقتضی ہے۔

5)انّ کے ساتھ تاکید

6)ان سب کے بعد'' وَ لٰكِنۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ ''لے کر آئے جو خود ڈانٹ اور دھمکانے پر دال ہے۔

سوال نمبر 195: انّما اور عطف میں کیا فرق ہے؟ نیز انّما کے استعمال کا احسن موقع کون سا ہے؟

جواب: انّما کو عطف پر ایک فضیلت یہ بھی حاصل ہے کہ انّما میں دونوں حکم یعنی اثبات و نفی یکبارگی معقول ہوتے ہیں بخلاف عطف کے کہ اس میں اولا اثبات پھر نفی سمجھی جاتی ہے۔ جیسے زید قائم لا قاعد یا اس کا عکس ہوگا جیسے ما زید قائما بل قاعد۔

انّما کے استعمال کے مواقع میں سب سے اچھا موقع تعریض ہے جیسے "اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ" اس میں کفار پر تعریض ہے کہ وہ زیادتی جہالت کی بنا پر چوپایوں کی طرح ہیں تو ان سے تفکر کی طمع کرنا چوپایوں سے طمع کرنے جیسا ہے۔

سوال نمبر 196: کیا قصر جملہ فعلیہ میں بھی پایا جاتا ہے یا جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہے؟

جواب: گزشتہ اوراق میں چونکہ اکثر امثلہ جملہ اسمیہ سے دی گئی ہیں جس سے وہم ہو سکتا تھا کہ قصر کا باب جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہے اس وہم کو دفع کرنے کے لیے ماتن نے کہا کہ قصر جس طرح مبتدا اور خبر کے مابین پایا جاتا ہے اسی طرح فعل و فاعل اور ان کے علاوہ متعلقات کے مابین بھی ہوتا ہے۔ جس کی چند امثلہ درج ذیل ہیں۔ ما ضرب زید الا عمرا، ما ضرب عمرا الا زید، ما اعطیت زیدا الا درھما۔

سوال نمبر 197: استثنا کے طریقے میں مقصور علیہ کہاں واقع ہوگا؟

جواب: استثنا کے طریقے میں مقصور علیہ اداتِ استثنا کے بعد ہوگا پس اگر فاعل پر قصر کا ارادہ ہوگا تو کہا جائے گا ما ضرب عمرا الا زید اور اگر مفعول پر قصر کا ارادہ ہوگا تو کہا جائے گا ما ضرب زید الا عمرا۔ مقصور علیہ اور اداتِ استثنا کی مقصور پر تقدیم قلیل ہے مثلاً ما ضرب الا عمرا زید اور ما ضرب الا زید عمرا۔

مقصور علیہ اور ادات اپنے حال پر باقی رہیں گے اور ان کی مقصور پر تقدیم قلیل اس وجہ سے ہے کہ اگر ایسا ہو تو تمامیت سے قبل صفت کا قصر لازم آئے گا کیونکہ فاعل پر مقصور صفت یہ ہے کہ وہ مفعول پر واقع فعل ہے نہ کہ مطلق فعل پس مقصود مفعول کے ذکر سے پہلے تام نہ ہوگا اور قصر کرنا اچھا نہ ہوگا۔ البتہ قلیل طور پر جواز؛ اس وجہ سے کہ وہ صفت تام کے حکم میں ہے کہ بالآخر متعلق کا ذکر ہونا تو ہے۔

سوال نمبر 198: نفی اور استثنا مفیدِ قصر کیوں ہوتے ہیں؟ اس کا سبب کیا ہے؟

جواب: استثنا مفرّغ جس میں مستثنی منہ محذوف ہو اور الّا کے مابعد کو عوامل کے مطابق اعراب دیا جائے، میں نفی مستثنی منہ مقدر، عام اور مستثنی کے جنس اور صفت میں مناسب کی طرف راجع ہوتی ہے اور جب نفی اس مقدر، عام اور مناسب مستثنی منہ کی طرف متوجہ ہو گی تو اس مقدر میں سے کسی شے کو الّا کے ذریعے ثابت کیا جائے گا تو قصر ضرور حاصل ہوگا کیونکہ اس مستثنی کے علاوہ باقی اسی انتفا کی صفت پر باقی رہے گا۔

ہم نے مستثنی منہ کے مقدر ہونے کا کہا؛ اس لیے کہ الّا اخراج کے لیے ہے اور اخراج کے لیے مخرج کا ہونا ضروری ہے۔ عام اس لیے تاکہ وہ مستثنی و غیر مستثنی

کو شامل ہو سکے اور یوں اخراج ممکن ہو۔ نیز مستثنی کی جنس میں صفت کی مثال جیسے "ما ضرب الا زید" اصل میں "ما ضرب احد" تھا۔ "ما کسوته الا جبةً" اصل میں "ما کسوته لباسا" تھا۔ "ما جاء الا راکبا" دراصل "ما جاء کائنا علی حال من الاحوال" تھا۔ "ما سرت الا یوم الجمعه" اصل میں "ما سرت وقتا من الاوقات" تھا۔علی ھذا القیاس۔ رہا صفت میں مناسب ہونا تو اس سے مراد فاعلیت ،مفعولیت،اور حالیت وغیرہ میں مناسب ہونا ہے۔

سوال نمبر199: "انّما" میں مقصور علیہ کہاں واقع ہوگا؟

جواب: "انّما" میں مقصور علیہ مؤخر ہوگا مثلا "انما ضرب زید عمروا" اور اس مقصور علیہ کی غیر پر تقدیم جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں "انما ضرب زید عمروا" اور "انما ضرب عمروا زید" میں التباس کا خوف ہے بخلاف نفی اور استثنا کے؛ کہ وہاں التباس کا کوئی خوف نہیں کیونکہ مقصور علیہ "الّا" کے بعد مذکور ہوتا ہے برابر ہے اسے مقدم کریں یا مؤخر۔

سوال نمبر200: کیا لفظ غیر قصر کا فائدہ دیتا ہے؟

جواب: جی ہاں "غیر" "الّا" کی طرح قصر الموصوف علی الصفة اور قصر الصفة علی الموصوف دونوں کا فائدہ دیتا ہے نیز لا عاطفہ کے ساتھ اس کو جمع کرنا ممتنع ہے جیسا کہ پہلے گزرا، لہذا "مازید غیر شاعر ولاکاتب" اور "ما شاعر غیر زید ولا عمرو" کہنا صحیح نہیں۔

معروضی سوالات

.1 مختصر المعانی شرح ہے

1) تلخیص المفتاح کی * 2) مطول

3) مفتاح العلوم 4) ان میں سے کوئی نہیں

2۔ مختصر المعانی کے مصنف ہیں

ا) مسعود بن عمر * 2) عبد الرحمن قزوینی

3) امام سکاکی 4) عبد القاہر جرجانی

3۔ تفتازانی کی تاریخ وفات ہے

600(1 750(2

780(3 792(4*

4۔ تلخیص المفتاح متن ہے

1) مفتاح العلوم کا * 2) جواہر البلاغۃ کا

3) مختصر المعانی کا 4) مطول کا

5۔ مختصر المعانی کے مصنف پیدا ہوئے

1) بغداد میں 2) ہرات میں

3) کوفہ میں 4) ان میں سے کوئی نہیں*

6۔ احوال مسند باب ہے

1) علم بیان کا 2) علم بدیع کا

3) علم معانی کا* 4) ان میں سے کوئی نہیں

7۔ فانی وقیار بہا لغریب یہ مثال ہے

1) حذف مسند الیہ کی 2) قصر کی

2) حذف مسند کی* 4) حذف مفعول کی

8۔ فانی وقیار بہا لغریب میں کونسا معنی پایا جارہا ہے

1) تحسّر کا* 2) امر کا

3) نہی کا 4) تمنی کا

9۔ فانی وقیار بہا لغریب اس میں حذف مسند کی وجہ کیا ہے

1) احتراز عن العبث 2) اختصار

3) دونوں* 4) ان میں سے کوئی نہیں

10۔ فانی وقیار بہا لغریب اس میں قیّار کا عطف انّ کے اسم کے محل پر کرنا

ا)جائز ہے 2)واجب ہے

3)ممنوع ہے * 4)ان میں سے کوئی نہیں

11۔زید منطلق وعمرو میں حذف مسند کی وجہ ہے

1) تنگی مقام 2)احتراز عن العبث *

3)دونوں 4)ان میں سے کوئی نہیں

12۔اذافجائیہ دلالت کرتا ہے

ا)مطلق وجود پر * 2)مقید وجود پر

3)دونوں پر 4)کوئی نہیں

13۔"محلا" ہے

1)اسم مفعول * 2) صفت مشبہ

3)مصدر میمی 4) کوئی نہیں

14۔فصبر جمیل میں محذوف ہے

1) مسند 2)مسندالیہ

3)دونوں کا احتمال ہے *4)دونوں

15۔لیبک یزید ضارع مثال ہے

1)حذف مسند* 2)حذف مفعول

3)حذف خبر 4)حذف مسند الیہ

16۔ارتحالا کا معنی ہے

1) چلنا* 2)پہنچنا

3)دونوں 4)کوئی نہیں

17۔لیبک یزید ضارع یہ جواب ہے

ا)سوال محقق کا 2)سوال مقدر کا*

3)دونوں 4)کوئی نہیں

18۔مسند کا اسم ہونا فائدہ دیتا ہے

1)ثبوت ودوام کا* 2) تجدد کا

3)حدوث کا 4)دو اور تین

19۔مسند کا فعل ہونا فائدہ دیتا ہے

1) تجدد و حدوث کا* 2)ثبوت

3) دوام 4)دو اور تین

20۔زید قائم میں مسند ہے

1) مفرد 2)جملہ *

3)دونوں محتمل 4)کوئی نہیں

21۔مسند کا مفرد ہونا فائدہ دیتا ہے

ا)تقوی حکم کا* 2)عدم تقوی حکم کا

3)سببی کا 4)کوئی نہیں

22۔الوصف بحال الشئی یہ تعریف ہے

ا)وصف فعلی کی 2)وصف سببی کی *

3)دونوں کی 4)کوئی نہیں

23۔رجل کریم ابوہ یہ مثال ہے

1ا)وصف فعلی کی 2)وصف حقیقی کی

3)سببی کی* 4)ان میں سے کوئی نہیں

24۔الزمان الذی قبل زمانك یہ تعریف ہے

1) مضارع 2)ماضی *

3)مستقبل 4)حال

25۔یتوسم یہ کونسا فعل ہے

1) امر 2)مضارع *

3)ماضی 4)نہی

26۔عکاظ یہ نام ہے

ا)عرب کے بازار کا* 2)مکہ کے بازار کا

3)شہر کا 4)قبیلے کا

27۔شرط جزاء کے لیے قید ہوتی ہے

1)اہل عرب کے ہاں * 2)شیخ عبد القاہر کے ہاں

3)جمہور 4)ان سے کوئی نہیں

28۔ان حرف شرط استعمال ہوتا ہے

1) مستقبل میں شرط کے لیے * 2)ماضی میں شرط کے لیے

3)ایک اور دو 4)حال میں شرط کے لیے

29۔مختصر المعانی میں کتنے ادات شرط پر بحث ہے

1) دو 2)تین *

3)پانچ 4)سات

30۔ان میں اصل کے اعتبار سے وقوعِ شرط کا

1)جزم ہوتا ہے 2)عدم جزم ہوتا ہے*

3)دونوں 4)کوئی نہیں

31۔رخاء کا معنی ہے

1)خوش حالی 2)قحط

3)سرسبز 4)کوئی نہیں*

32۔ان کو کبھی مقام جزم استعمال کیا جاتا ہے

ا)تجاہل کی وجہ سے* 2)مخاطب کو یقین نہ ہونے کی وجہ سے

3)تفاؤل 4)ایک اور دو

33۔ مسرفین کونسا صیغہ ہے

1) اسم فاعل` 2)اسم مفعول*

2) 3)اسم تفضیل 4)مصدر میمی

34)۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ مثال ہے

1)مذکر کو مؤنث پر غلبہ دینے کی* (2)مؤنث کو مذکر پر غلبہ دینے

3)مذکر کو معرفہ پر غلبہ دینے کی (4)ان میں سے کوئی نہیں

۳۵۔لفظ قٰنِتِيْنَ جاری ہوتا ہے

1)مذکرپر 2)مذکرومؤنث پر

3)صرف مؤنث پر 4)صرف مذکرپر *

36۔تغلیب کی صورتیں ہیں

1) دو 2)تین

3)چار 4)چھ *

37۔ان اور اذا یہ حصول ہیں

ا)مضمون جملہ کا 2)مضمون شرط کا

3)مضمون جزاء کا* 4)کوئی نہیں

38۔کلمہ ان،کان فعل ناقص کے ساتھ ہو تو اس وقت استعمال ہوتا ہے

1)استقبال میں * 2)ماضی میں

3)حال میں 4)ان میں سے کوئی نہیں

39۔لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ مثال ہے

ا)نیک فالی کی 2)تعریض کی *

3)اسباب کے قوی ہونے کی 4)وقوع شرط میں رغبت کی

40۔ فعل کو کسی طرف منسوب کر دیا جائے اور مراد اس کا غیر ہو یہ تعریف ہے

1) تعریض کی* 2) تغلیب کی

3) قلب کی 4) ان میں سے کوئی نہیں

41۔ کلمہ "لو" آتا ہے

ا) شرط کے لیے* 2) جزاء کے لیے

3) حال کے لیے 4) استقبال کے لیے

42۔ جمہور کے نزدیک کلمہ "لو" آتا ہے شرط کی امتناع کی وجہ سے

ا) جزاء کے امتناع کے لیے* 2) شرط کے امتناع کے لیے

3) حال کے امتناع کے لیے 4) ان میں سے کوئی نہیں

43۔ ابن حاجب کے نزدیک کلمہ "لو" آتا ہے

1) امتناعِ جزاء کی وجہ سے امتناعِ شرط کے لیے

2)* امتناعِ شرط کی وجہ سے امتناعِ جزاء کے لیے

3) امتناعِ شرط و جزاء کی وجہ سے امتناعِ حال کے لیے

4) ان میں سے کوئی نہیں

44۔ "لفسدتا" فعل ہے

1) ماضی* 2)امر

3) نہی 4)مضارع

45۔تقدیم مسند کے فوائد ہیں

1)تین 2)پانچ

3)سات 4)چار

46۔الرماح کا معنی ہے

ا)نیزے* 2) تلواریں

3)ذرہ 4)شیر

47۔منتھی صیغہ ہے

ا)اسم فاعل 2)اسم مفعول*

3)مصدر 4)صفت مشبہ

48۔اِن،اور اذا مشترک ہوتے ہیں

1)استقبال میں* 2)ماضی میں

3)حال میں 4)ان میں سے کوئی نہیں

49۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا میں "ان" کو استعمال کیا گیا ہے

ا) استقبال میں 2) حال میں

3) ماضی میں 4) کوئی نہیں *

50۔ "ان" اور "اذا" داخل ہوتے ہیں

1) فعل و فاعل پر 2) مبتداء خبر پر

3) صرف شرط پر 4) شرط و جزاء پر *

51۔ شرط و جزاء کو فعلیہ استقبالیہ کے علاوہ لاتے ہیں

ا) نکتے کی وجہ سے * 2) حرف شرط کی وجہ سے

3) فعل کی وجہ سے 4) جزاء کی وجہ سے

52۔ ان ظفرت بحسن العاقبۃ مثال ہے

ا) نیک فالی کی 2) تفاؤل کی

3) اظہار رغبت کی 4) دوسرا اور تیسرا *

53۔ مقامِ تاکید میں "و" حالیہ کے بعد "ان" استعمال ہوتا ہے

ا) ربط کے لیے 2) جزاء کے لیے

3) شرط کے لیے 4) ان میں سے کوئی نہیں

54۔اِن،اور "اذا" کتنے جملوں پر داخل ہوتے ہیں

1) تین 2)چار

3) دو* 4)سات

55۔لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ اس مثال میں مخاطب ہے

ا)بنی اسرائیل 2)امت

3)نبی ﷺ* 4)یہ تمام

56۔"ان" اکثر طور پر استعمال ہوتا ہے

1) حال میں 2)مضارع میں*

3)ماضی میں 4)امر میں

57۔"اذا" اکثر طور پر استعمال ہوتا ہے

1)مضارع میں 2)ماضی میں*

3)نہی میں 4)حال میں

58۔"لو" شرط کے لیے آتا ہے

ا)ماضی میں* 2)مضارع میں

3)امر میں 4)کوئی نہیں

59۔وہ صفت جو مرد اور عورت میں مشترک ہوتی ہے، کہلاتی ہے

1) قنوت 2)ابوّت
3)قمرین 4)کچھ نہیں *
60۔"لو" کے دونوں جملوں کولازم ہوتاہے

ا)دوام 2)ثبوت

3)عدم ثبوت * 4)کچھ نہیں

61۔"لو" کو مضارع پر داخل کرتے ہیں

ا)اختصار کے لیے 2)استمرار کے لیے *

3)دوام کے لیے 4)عدم ثبوت کے لیے

62۔قصرِ جنس کے لیے مسند کو لا یا جاتا ہے

1) نکرہ 2)معرفہ *
3)جمع 4)مؤنث
63۔مسند کو اضافت یا وصف کے ساتھ خاص کرنے کو ترک کرتے ہیں

ا)عدم حصر کی وجہ سے 2)عدم ثبوت کی وجہ سے

3)فائدہ کم کرنے کی وجہ سے * 4)مانع کی وجہ سے

64۔زید الامیر فائدہ دے رہا ہے

ا)قصر جنس کا* 2) تفخیم کا

3)دونوں کا 4) کسی کا بھی نہیں

65۔زید کاتب مثال ہے

1) تنکیر کی* 2)تعریف کی

3)حصر کی 4)عدم حصر کی

66۔ابن حاجب لو کے جملے کے متعلق فرماتے ہیں

1)اول لازم ثانی ملزوم 2)اول سبب ثانی مسبب*

3)اول مسبب ثانی ملزوم 4)ان میں سے کوئی نہیں

67۔جمہور "لو" کے جملے کے متعلق فرماتے ہیں

1)اول شرط ثانی جزاء 2)اول لازم ثانی ملزوم

3)اول سبب ثانی مسبب 4)کوئی نہیں*

68۔اُوحی ہے

ا)فعل معروف 2)فعل مجہول*

3)منفی مجہول 4)منفی معروف

69۔ شجاع کہتے ہیں

1) شیر کو 2) چور کو

3) ڈاکو کو 4) بہادر کو*

70۔ مسند الیہ کے اہم ہونے کی وجہ سے مؤخر کیا جاتا ہے

1) فعل کو 2) اسم کو*

3) مسند کو 4) جار مجرور کو

71۔ مسند کو کس کے ساتھ خاص ہونے کی وجہ سے مقدم کیا جاتا ہے

1) جار مجرور 2) حال

3) مستقبل 4) مسند الیہ*

72) مسند کو مسند الیہ کے ساتھ خاص کرنے کے لیے

1) حذف کیا جاتا ہے 2) ذکر کیا جاتا ہے

3) مؤخر کیا جاتا ہے 4) مقدم کیا جاتا ہے*